

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ماہنامہ "معارف"，عظم گڑھ

محمد سجاد ☆

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ء۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۱ء) (۱۶ محرم ۱۳۲۶ھ - ۱۳ شوال ۱۳۲۳ھ) ان عظیم محققین اور عہد ساز افراد میں سے ہیں جن کی یاد متوں مخون ہوئی۔ علوم اسلامیہ کے تقریباً ہر موضوع بشویں قرآن حکیم، حدیث نبوی ﷺ، فقہ و قانون، سیرت، تاریخ اور دعوت و ارشاد میں ان کی خدمت بہیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ دنیا کی کئی زبانوں میں ان کا تحریری سرمایہ، ملت اسلامیہ کی فکری آبیاری اور رہنمائی کے لیے ہمیشہ مددگار اور کارآمد ثابت ہو گا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد ان کی فکر، تعلیمات اور تحریریات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایک دینی و علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ جس نے بر صیر کی ملت اسلامیہ کے لیے بالخصوص اور امت مسلمہ کے لیے بالعلوم علوم اسلامیہ کے مختلف علوم و فنون میں کثیر تحریری سرمایہ چھوڑا ہے (۱)۔ اسی روایت کے امیں اور اس کو آگے بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے دنیا کی معروف علمی زبانوں میں اسلام کی تعلیمات کو عام کیا اور اپنی سادہ زندگی، عجز و اکسار، تواضع و اخلاص اور اللہ کے دین کے لیے ہمہ وقت سپردگی کو زندگی کا شعار بنایا اور وہ عظیم کارنا مے انجام دیئے جو آج کے زمانے میں ایک فرد تو کہاں کئی ادارے بھی سرانجام نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر صاحب کی علمی و تصنیفی زندگی کا مطالعہ کرنے کے لیے راقم نے ماہنامہ "معارف"، عظم گڑھ کا انتخاب کیا، کیونکہ جامعہ عثمانیہ کے مجلات مثلاً، مجلہ عثمانیہ، مجلہ تحقیقات علمیہ، مجلہ طیلابانیں، اور "الکشافہ" کے علاوہ "معارف" ہی کو وہ اپنی علمی و تحقیقی نگارشات سے مستفید فرماتے تھے۔ دارالمصنفین اور "معارف" کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق تھا۔ "معارف" میں ڈاکٹر صاحب کے مختلف موضوعات پر مقالات، مؤتمر مستشرقین عالم کی روایات دیں، اور مکتوبات شائع ہوئے اور ان کی تصانیف پر اہل علم و نظر کے تبصرے نظر سے گزرے، جس سے ڈاکٹر صاحب کی ذاتی زندگی، ان کی علمی و تحقیقی امتحان اور ان کے نقطہ نظر کے بارے میں قیمتی

معلومات وستیاب ہوئیں۔ زیر نظر مقالے میں ”ماہنامہ معارف“، ”اعظم گڑھ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ“ کے حوالے سے جو کچھ شائع ہوا اور جس تک میری رسائی ہوئی۔ اسے سمجھا کیا گیا ہے۔

مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں دارالمحضین اور مدیران ”معارف“ کے ساتھ ڈاکٹر محمد حمید اللہ^ر کے باہمی روابط اور دبستانِ شبلی سے وابستگی کے چند گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں ماہنامہ ”معارف“ کی علوم اسلامیہ میں خدمات کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی آراء بیان کی گئی ہیں۔

تیسرا حصہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ^ر کی ”معارف“ میں شائع شدہ تحریروں کی تفصیلات اور اشاریہ ترتیب دیا گیا ہے۔

① ڈاکٹر محمد حمید اللہ^ر کے دارالمحضین اور مدیران ”معارف“ سے باہمی روابط ”دارالمحضین“، مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۳ء) کی تحقیق تھی۔ جس کا نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد^ر کے ہفتہ روزہ ”الہلال“ میں انہوں نے ۱۹۱۲ء میں شائع کروایا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس ادارے کی باضابطہ تشكیل کرتے۔ ان کا پیانہ عمر لبریز ہو گیا اور اس کی تعمیر کی حرست لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن اس ادارے کی تشكیل اور پرورش ان کے جانشین اور ممتاز شاگرد مولانا سید سیلمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کی زیر قیادت ندوی فاضلین کی ایک منتخب جماعت کے ہاتھوں ہوئی۔ ایک اطلاع کے مطابق علامہ مرحوم کی رحلت کے تین دن بعد ۲۱ نومبر ۱۹۱۳ء کو ان کا خواب دارالمحضین کی صورت میں شرمذہ تعبیر ہو گیا، البتہ ادارہ کی رجسٹریشن ۲ جون ۱۹۱۵ء کو ہو سکی (۲) ”معارف“ کے اجراء کا خیال علامہ شبلی نعمانی کے ذہن میں اسی وقت پیدا ہوا تھا جب وہ علی گڑھ میں تھے۔ عابد رضا بیدار لکھتے ہیں۔

”اس [دارالمحضین کے خاکہ] سے بہت پہلے میر ولایت حسین کی ڈائری میں ایک حوالہ ملتا ہے کہ کالج میگزین بند ہوا تو شبلی نے مجھ سے کہا کہ دونوں مل کر ”معارف“ کے نام سے رسالہ نکالیں گے، شبلی اس وقت تو نہیں نکال سکے وحید الدین سلیم اور

اسماعیل خان نے مل کر یہ نام اپنا لیا۔ جو تھوڑا عرصہ چل کر بند ہو گیا، (۳)

پھر جب علامہ شبیٰ نے دارالمحضین کا خاکہ تیار کیا تو اس میں ایک علمی رسالہ کا اجراء بھی شامل تھا۔
دارالمحضین میں علامہ شبیٰ کی ایک یاداشت محفوظ ہے جس میں اس مجوزہ علمی رسالہ کا نام ”معارف“ لکھا ہے
اور اس کے اغراض و مقاصد کا ایک خاکہ مولانا شبیٰ نے خود تیار کیا تھا اس قسمی یاداشت میں لکھا ہے۔

۱۔ نام: معارف ہو گا۔

۲۔ چیف ایڈیٹر: مولانا شبیٰ۔

اشاف: مولوی سیدمان، مولوی عبدالماجد، مسٹر حفیظ، مولوی عبدالسلام۔

۳۔ تعداد صفحات: تقطیع و کاغذ ۲۰ × ۲۹، صفحات ۳۰، قیمت ہے [تین روپے]

تنوعات مضامین: فلسفہ، تاریخ قدیم و جدید، سائنس۔

ادبیات: شعر، اردو شاعری کی تاریخ اور اسالیب متعدد۔

اقتباسات: مجلات علمیہ، یورپ اور مصر و بیروت۔

فن تعلیم: کتب نادرہ کا ذکر اور ان کے اقتباسات یا ان پر اظہار رائے۔

تقید: کتب یا علوم قدیمه پر

مصر سے ”المقسطف“، الہلال، المنار اور بیروت سے المقتبس منگوائے جائیں بہ قیمت۔

المقسطف کو خط لکھنا کہ ص—— جو بھیجے گئے تھے اس حساب میں

”المقسطف“ جاری کر دیں۔ یورپ کے علمی پرچے منگوائے جائیں۔ (۴)

علامہ شبیٰ کی ناگہانی وفات سے ان کی زندگی میں تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا مگر جب ان کے
لائق و ہونہار شاگرد علامہ سید سیلمان ندویؒ نے اپنے استاد کی وصیت کے مطابق ان کے علمی خوابوں کی تکمیل
کا بارگراں اٹھایا تو ”دارالمحضین“ کے قیام کے ساتھ ہی اس علمی رسالے کے اجراء کی فکر بھی دامن گیر
ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ پونے دو سال کے بعد جب دارالمحضین نے جون ۱۹۱۶ء میں اپنا پرلس قائم کر لیا تو
شبیٰ کا دیریشہ خواب سید صاحب کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا (۵)

”دارالمحضین“ کا علمی ماہنامہ ”معارف“ جولائی ۱۹۱۶ء میں جاری ہوا، جواب تک اپنی روایت کے
مطابق شائع ہو رہا ہے۔ آغاز سے لے کر جنوری ۱۹۱۶ء تک مولانا سید سیلمان ندویؒ نے ادارات کے فرائض

انجام دیئے۔ ان کے معاونین میں سید ریاست علی ندوی (م ۱۹۷۶ء) اور شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۸ء) سید نجیب اشرف ندوی، سید ابو ظفر ندوی (م ۱۹۵۸ء)، عبد الباری ندوی، حاجی معین الدین ندوی (م ۱۹۵۶ء) ابو الجلال ندوی۔ ابو الحسنات ندوی (م ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ) کے نام نمایاں ہیں۔ یہ حضرات سید صاحب کی مدد کرتے، ادارتی نوٹس (شذرات) لکھتے، اور ”معارف“ کے مستقل عنوانات، اخبار علمیہ، باب التقریظ والاتفاق، مطبوعاتی جدیدہ اور استفسار و جواب کے لیے لوازمہ مہیا کرتے تھے، علامہ سید سلمان ندوی جولائی ۱۹۷۲ء کو ریاست بھوپال کے امور مذہبی کے افسر اعلیٰ ہو کر اڈھر چلے گئے، مگر رسالہ کی نگرانی جاری رہی، شاہ معین الدین احمد ندوی اور ایک سال (۱۹۷۲ء) کے لیے سید ریاست علی ندوی نے ان کا کام سنجا لے رکھا۔ شذرات و تصریحے بھی لکھتے رہے ۱۹۷۹ء میں شاہ معین الدین احمد ندوی نے شریک مرتب کی ذمہ داری سنجا لی اور پھر جب سید صاحب پاکستان آگئے تو شاہ معین الدین صاحب ایڈیٹر ہو گئے۔ یہ ذمہ داری تادم آخر بہ طریق احسن انہوں نے انجام دی، ان کی رحلت پر مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن (م ۱۹۸۷ء) نے اپنے پیش رو کی روایت قائم رکھی اور آج کل مولانا ضیاء الدین اصلحی اور ان کے رفقاء ادارتی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

ماہنامہ ”معارف“ کے اجراء کے وقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ زندگی کے تنشیلی دور میں تھے، مدرسہ دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے۔ جس کے پرنسپل مولانا حمید الدین فراہی تھے، اور اس مدرسہ سے انہوں نے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ پھر جامعہ نظامیہ سے درسِ نظامی کی سند بھی لی۔ دارالعلوم ہی سے ۱۹۷۳ء میں میڑک کا امتحان پاس کیا، اور یہ عثمانیہ سے میڑک کا پہلا امتحان دینے والے فرزندان جامعہ میں سے ہیں، جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات سے ایم۔ اے اور شعبہ قانون سے ایل۔ ایل۔ بی ۱۹۷۴ء میں مکمل کیا۔ (۲) اس طالب علمی کے دور میں بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ بر صغیر پاک و ہند کے مشہور علمی، ادبی و تحقیقی رسائل و جرائد سے نہ صرف تعارف تھے بلکہ ان علمی، ادبی اور تحقیقی رسائل میں ان کے مضامین شائع بھی ہوتے تھے (۷) حیدر آباد دکن کے رسائل، رہبر، سیرت، سیاست، رسالہ نظامیہ، اور جامعہ عثمانیہ کے معروف مجلات مثلًاً مجموعہ تحقیقات علمیہ، مجلہ طیلہ نین، اور مجلہ عثمانیہ شامل ہیں ان میں بھی ان کی تحریریں شائع ہو رہی تھیں، جبکہ وہ ابھی بی۔ اے کے طالب علم تھے۔ مؤخر الذکر رسالہ میں ان کے مضامین ”آردو کا رواج میپ سلطان کی فوج میں“، ”آٹھویں صدی ہجری میں مصر و شام کی ڈاک کا انتظام“، ”نہر سویز کا پروجیکٹ حضرت عمر“ کے زمانے میں“ وغیرہ کے عنوانات سے شائع ہوئے۔ یہ عمدہ تحقیقی مضامین ان کی طالب علمی کی یادگار ہیں (۸) جبکہ ”الکشاز“ (۹) کے تو وہ خود مدیر تھے، جس کا ”معارف“ میں نئے رسائل کے تحت تعارف کروایا گیا، (۱۰) جبکہ وہ بہت پہلے سے ”معارف“ کے باقاعدہ قاری تھے، اور اس سے استفادہ کرتے تھے۔ (۱۱)

دوسری طرف برصغیر کی علمی، ادبی، تحقیقی و ملی مجالس و تحریکات میں بھی ان کو دلچسپی تھی۔ خصوصاً حیدر آباد دکن کی حد تک وہ ان میں شریک ہوتے تھے۔ حیدر آباد دکن کی ایک تحریک "علمگیر تحریک قرآنی" کے ضمن میں خود فرماتے ہیں۔

"حیدر آباد دکن میں مرحوم ابو محمد مصلح صاحب (۱۲) نے (جو غالباً بھار کے باشندے تھے، اور "پچوں کی تفہیم" کے مؤلف، لاہور وغیرہ میں عرصہ تک قرآن مجید کی خدمت میں سرگرم رہ چکے تھے) "علمگیر تحریک قرآنی" کے نام کی ایک انجمن ۱۹۲۸ء میں قائم کی، اس کا مقصد دنیا کی ساری زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے شائع کرنا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے بھی اس سے واقفیت ہوئی اور مؤسس کا پاتھ بٹانے کی تھوڑی بہت مجھے بھی سعادت حاصل ہوئی" (۱۳)۔

ماہنامہ "معارف" میں جب ڈاکٹر صاحب کی تحریریں اور مقالات شائع ہونا شروع ہوئے تو اس وقت تک "معارف" کی اشاعت کو پندرہ برس ہو چکے تھے اور اس کی ۲۶ جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔ اور معارف نے اپنے عہد کے علمی و تصنیفی جمود کو توڑا تھا اور خالص علمی و تحقیقی موضوعات پر سنجیدہ تحریریں لکھنے والوں کی ایک پوری نسل تیار کر دی تھی، جن میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی، عبدالباری ندوی، میر ولی الدین، ظفر حسین خان، مہدی افادی، سید نواب علی، قاضی احمد میان اختر اور عبدالسلام خان رام پوری جبکہ خود مدیر معارف کے تربیت یافتہ افراد میں سید ریاست علی ندوی، سید نجیب اشرف ندوی، ابو الجلال ندوی، شاہ معین الدین احمد ندوی، ابو ظفر ندوی، عبدالسلام ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمن معروف تھے۔

جولائی ۱۹۳۱ء کے "معارف" میں مطبوعات جدیدہ کے تحت محمد حمید اللہ کی ایک مرتب کردہ کتاب "رومی اور اسلامی ادارہ غلامی" پر تعارف و تبصرہ شائع ہوا، یہ کتاب "بزم قانون" عنوانی کا لمح حیدر آباد دکن سے ہی شائع ہوئی (۱۴)۔ معارف اگست ۱۹۳۱ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا پہلا مقالہ "یورپی الفاظ و اعلام کا اردو الماء" کے عنوان سے شائع ہوا (۱۵) اور اس کے بعد، قرآن، حدیث، سیرت، فقہ و قانون، بنی الماک، تقویم، ہیئت، مؤتمر مستشرقین عالم کی روکنادیں، اور مکتوبات پارس (مکتوب حمید) کے عنوانات سے ان کی تحریریں مسلسل شائع ہوتی رہیں۔ آخری تحریر شاید وہ خط ہے جو مدیر معارف مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب کے نام ہے اور جو اکتوبر ۱۹۳۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا (۱۶)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مولانا سید سیلمان ندویؒ کے ساتھ خصوصی تعلق

۱۹۳۰ء میں ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد محمد حمید اللہ کو جامعہ عنمانیہ میں ایک نئے قائم کردہ

شعبہ تحقیق میں ملازمت مل گئی، اور آپ نے اس شعبہ میں ”قانون بین الامالک“ پر تحقیق کا آغاز کر دیا۔ اس زمانے میں تحقیقی کام کرنے والوں کو جامعہ وظائف بھی دیتی تھی۔ اس موضوع پر مواد جمع کرنے کے لیے آپ کو مشرق وسطیٰ اور یورپ جانے کا موقع ملا جہاں ۱۹۳۲ء میں بون یونیورسٹی جرمنی اور ۱۹۳۵ء میں سوریون یونیورسٹی فرانس سے بالترتیب ڈی۔ فل اور ڈی۔ لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب واپس وطن تشریف لائے، اور جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات میں لیکچر اور شعبہ قانون میں ریڈرز کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے، یورپ میں قیام کے دوران اور مشرق وسطیٰ کے تعلیمی دورے سے ان کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ جدید کتب و رسائل سے متعارف ہوئے اور کئی زبانوں پر عبور حاصل ہوا اور ان میں لکھنے کی مہارت حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں حیدرآباد دکن کے رسالہ ”اسلامک لیکچر“ میں ان کی تحقیقات مظہر عام پر آنے لگیں۔

ادارہ معارف اسلامیہ لاہور (۱) کا دوسرا اجلاس ۱۰-۱۲ اپریل ۱۹۳۲ء کو لاہور میں منعقد ہوا ”دارالصنافین“ سے سید ریاست علی ندوی شریک ہوئے جبکہ جامعہ عثمانیہ سے دیگر اساتذہ کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھی تشریف لائے۔ اسی اجلاس میں ان کی آپس میں ملاقات ہوئی، مئی ۱۹۳۲ء کے ”معارف“ میں سید ریاست علی ندوی نے ”ادارہ معارف اسلامیہ لاہور“ کے دوسرے سالانہ اجلاس کی روئیاد قلم بند کی تو اس میں لکھا۔

”اس اجلاس کو اس لحاظ سے کامیاب کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اسلامی مشرقی علوم و فنون کے ہندوستانی خدام کا ایک قابل قدر اجتماع ہوا، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی طرف سے ڈاکٹر مولانا محمد حمید اللہ، استاذ فقہ (جن کا مقالہ اس پرچہ میں شریک اشاعت ہے) ڈاکٹر نظام الدین، صدر شعبہ فارسی اور ڈاکٹر [فضل العلماء] عبدالحق صدر شعبہ عربی نے اپنے مقالات ”ایران سے مسلمانوں کے قدیم تعلقات“ ”جدید ایران کے علمی رجحانات“ اور ”جدید مصر کے دو شاعر حافظ و شوقي پر“ سنائے (۱۸)۔

”معارف“ کے اسی شمارہ (مئی ۱۹۳۲ء) میں ”عربوں کی جہاز رانی پر استدراک“ کے عنوان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سید سیلمان ندوی کی کتاب ”عربوں کی جہاز رانی“ پر نقد کیا اور سید صاحب نے اس کو من و عن شائع کر دیا تھا۔ اور اس کا عنوان ”عربوں کی جہاز رانی پر استدراک“ بھی خود سید صاحب کا تجویز کیا ہوا تھا۔ دو قسطوں میں یہ استدراک شائع ہوا۔ اور اس کے بعد بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس موضوع پر اپنی معلومات سید صاحب تک پہنچاتے رہے، سید صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:-

”جناب کی قیمتی تالیف ”عربوں کی جہاز رانی“ پر عرصہ ہوا میں نے کچھ ٹوٹے پھوٹے

خیالات لکھ کر بھیجے تھے جناب نے ازراہ عزت افزائی (اپنی طرف سے استدراک کے مبالغہ آمیز ذرہ نوازانہ عنوان سے) معارف ۱۹۳۲ء جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۵-۶ میں ان کو شائع فرمایا (۱۹)

”عربوں کی جہاز رانی“ (۲۰) پر جب بیلی بار نقد شائع ہوا تو تمہید میں ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کی اس اچھوتے موضوع پر تحریر اور اس قدر مواد کو قابل تحسین قرار دیا۔ لکھتے ہیں:

”کم کتابیں ہوتی ہیں جو مخصوصین (ماہرین فن) اور عوام دونوں کو یکساں پسند آئیں ان خوش نصیب کتابوں میں سے ایک مولانا سید سیلمان ندوی کی تازہ تالیف ”عربوں کی جہاز رانی“ ہے۔ مضمون اتنا اچھوتا، پھر بھی مواد اتنا زیادہ اس کی کم توقع تھی، خاص کر طبع اول کے وقت، اس کی عام پسندی کا شاید اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ بعض روزناموں نے بہ اقسام پوری کتاب اپنے صفحوں میں نقل کر دی۔ میں بھی ان ”شائقین“ میں سے ہونے کی عزت رکھتا ہوں، جو اس کتاب سے واقف تھے۔ اور ان کا تقاضا تھا کہ یہ جلد چھپ کر منظر عام پر آ جائے، کئی سال کے انتظار کے بعد جب اس کا اشتہار نظر سے گزرا، تو میں نے فوراً کتاب منگائی، اور باوجود سخت اور ضروری مصروفیتوں اور فرائض منصبی کے اسے ختم کر کے ہی چھوڑی، پڑھتے وقت حاشیوں پر جا بجا اپنی یاداشت کے لیے کچھ معلومات لکھے۔ اب اپنی باتوں کو یہاں کسی قدر پھیلا کر بیان کروں گا۔ یہ کوئی تقيید نہیں ہے، تنقید اسی وقت ہوتی ہے، جب ڈچھپ اور کار آمد ہو، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب ناقد بھی اس کتاب کے موضوع کا ماہر ہو، اور قریب قریب تالیف کے برابر ہی تنقید پر محنت صرف کرے، یہ تو چند بے ربط معلومات ہیں، جو مہینے بھر سے بستر پر پڑے ہوئے ایک یہار کے کمزور دماغ اور کمزور تر حافظے نے اپنے حالیہ سفر تعلیمی کی بیاض کی مدد سے اکھٹا کیے ہیں۔ (۲۱)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ”دار المصنفین“ اس کے رفقاء اور خصوصاً سید سیلمان ندوی سے بڑی گہری عقیدت و محبت تھی، وہ سید صاحب کی علمی و دینی خدمات کے بڑے قدر دان تھے، ”دار المصنفین“ میں جب ”جشن سیلمانی“ کا پروگرام بنایا گیا، تو مدیر معارف سید صباح الدین عبدالرحمن نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا کہ کچھ عنایت فرمائیں، جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کے حوالے سے اُن کی خدمات، ان کے بارے میں فرانس میں جو تقریبات ہوئیں، اور جن میں انہوں نے خود بھی کئی کئی گھنٹے سید صاحب کے اوصاف اور ان کی دینی خدمات سے لوگوں کو متعارف کرایا، اس کی مفصل روئیاد لکھ کر بھیجی۔ (۲۲)

”مولانا سید سیلان ندوی“ کی صد سالہ یادگار ولادت“ کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے ایک اور مضمون مولانا محمد اشرف صاحب سیلانی کے رسالہ ”البيان“ پشاور میں شائع کروایا، جسے ”معارف“ نے دوبارہ شائع کیا، اس میں مزید معلومات ملتی ہیں، ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کی، ہفتہ روزہ الہلائی، الندوہ، اور ماہنامہ معارف میں معروف اور اچھوتے عنوانات پر شائع شدہ مقالات کی فہرست بھی دی ہے، اور سید صاحب سے اپنے ذاتی تعلق اور عقیدت کے گوشے بھی واکیے ہیں، لکھتے ہیں:

”غلطی ہر کسی سے ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا بر ملا اعتراف کرنے کے لیے بڑی اخلاقی بہادری کی ضرورت ہوتی ہے اس سلسلہ میں ایک طیفہ بھی پیش آیا، انہوں نے [سید صاحب] جب اپنی شہرہ آفاق کتاب ”عربوں کی جہاز رانی“ شائع کی تو میں نے فوراً خرید کر پڑھی اور اپنے ذاتی معلومات جو اس میں اضافہ طلب معلوم ہوئے۔ مرتب کر کے محترم سید صاحب کو بھیجے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ انہوں نے ان کو بلا ترمیم فوراً رسالہ ”معارف“ میں چھاپ دیا اور مجھے بہت محبت سے ایک خط لکھا کہ ”تم نے ہماری [ہمیں] داد نہ دی کہ بحر عرب میں ہم نے کاغذی کشتی چلا دی“ میں بہت شرمندہ ہوا اور مزید لکھا کہ وہ مضمون اعتراض کے لیے نہ تھا بلکہ طالب علمانہ سوال کی حیثیت رکھتا تھا“ (۲۳)

الفرض ”عربوں کی جہاز رانی“ کا جب دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو سید صاحب نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ”استدرائک“ ضمیمہ کی صورت میں انہی کے نام کے ساتھ کتاب میں شامل کر دیا (۲۴)

”معارف“ نومبر ۱۹۲۱ء کے شمارہ میں ”عہد نبوی کا نظام تعلیم“ کے عنوان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ایک مقالہ شائع ہوا، جس میں عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں تعلیم اور پھر عہد نبوی ﷺ کی، مدنی میں تعلیم پر تفصیلات بیان ہوئیں، اس مقالہ میں بعض مقامات پر جہاں ڈاکٹر صاحب نے کسی تاریخ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو مدیر معارف نے حدیث کی کتاب سے اس کی مکمل تخریج کر دی ہے، مقالہ کے آخر میں سید صاحب نے ایک نوٹ لکھا جس میں لکھتے ہیں:

”جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو عالم بھی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانوں سے واقف بھی ہیں اور خاص طور پر عہد نبوی ﷺ کے مختلف نظمات کے معلومات جن کا خاص فن ہے، وہ انگریزی میں مسلسل ان عنوانات پر ”اسلام کلچر“ میں مضامین لکھ رہے ہیں، اب انہوں نے اپنے اس سلسلہ کے چند مضامین کو حذف و اضافہ کے ساتھ دوبارہ اردو میں مرتب کر کے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ان مضامین میں یہ بات خاص لحاظ کے قابل

ہے کہ یہ یورپی طرزِ خیال و ذہنیت کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں جو اردو کے قالب میں آنے کے بعد بھی اپنی فرنگی طرزِ تجھیل کی غمازی کر رہے ہیں۔” (۲۵)۔

معارف دسمبر ۱۹۶۱ء میں ”قرآنی تصور مملکت“ کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کا مضمون شائع ہوا، موضوع بہت عمدہ تھا، اور پھر سید صاحب کے ذوق کے مطابق تھا، چنانچہ مقالہ کے آغاز میں ایک تعارفی نوٹ میں اس کی تعریف کی ہے، لکھتے ہیں:

”لائق مضمون نگار جامعہ عثمانیہ میں قانون یعنی اہمالک کے استاذ ہیں اور دُنیا کی مختلف قوموں کے تصور مملکت اور دستور حکومت پر ان کی نگاہ ہے، اس مضمون میں اسی نقطے نظر سے اسلامی تصور مملکت کو انہوں نے پیش کیا ہے، موجودہ زمانہ میں اسلامی تعلیمات اور اس کے نظام کو جدید طرز میں اس طرح پیش کرنا جو دوسری قوموں اور جدید طبقہ کے لیے قابل توجہ ہو، ایک مفید خدمت ہے۔ یہ مضمون چونکہ اس نقطے نظر سے اور ایک خاص طبقہ کو پیش نظر رکھ کر انگریزی میں لکھا گیا تھا، اس لیے زبان اور طریقہ تعبیر میں اس کے ذوق کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ جس کی کچھ جھلک اس اردو مضمون میں بھی موجود ہے۔“ (۲۶)

مولانا سید سلیمان ندویؒ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقات، ان کی محنت و لگن کے بڑے معرفت تھے، چنانچہ ”دارِ مصنفوں“ کے ایک کارکن، رفقی اور ”معارف“ کے پروف ریڈر ابو علی عبدالباری لکھتے ہیں۔

”سید سلیمان ندویؒ کا ان [ڈاکٹر محمد حمید اللہ] کو پورا اعتماد حاصل تھا۔ سید صاحب ان کے فضل و کمال کے بڑے قائل تھے، اور ان کے مضامین بغیر کسی ترمیم و اصلاح و نظر ثانی کے بڑے خروابساط کے ساتھ معارف میں شائع کرتے تھے۔ یہ خصوصیت مسعود عالم ندوی کے بعد (جنہوں نے سید صاحب کی فرمائش پر ان کی ”لغات جدیدہ“ کے دوسرے ایڈیشن پر جوانی کے اہتمام میں معارف پریس میں چھپا تھا۔ بڑا عالماں، فاضلانہ و محققانہ مقدمہ لکھا تھا) انہی کو حاصل تھی، ان کا جب کوئی مضمون معارف میں چھپنے کے لیے آتا تھا، باغ باغ ہو جاتے تھے، اور فوراً کتابت کے لیے کاتب کے حوالے کر دیتے تھے، ذرا بھی تاخیر کو راہ نہ دیتے تھے۔“ (۲۷)

علامہ شبیل نعمانیؒ نے اپنے سلسلہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جلد یورپی مصنفوں اور مستشرقین کی سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کے جوابات اور ان کی غلط بیانیوں کی اصلاح کے لیے مخصوص

کی تھی۔ اور دفتر سیرت میں اس کے لیے ایک خاص شعبہ بھی قائم کیا، جس کا کام انہی مستشرقین کی کتابوں سے وہ تمام مواد اکھٹا کرنا تھا، جن میں انہوں نے غلط بیانیوں سے کام لیا تھا، مولانا شبلیؒ کے زمانے تک اس کی شعبہ میں جتنا کام ہوا تھا وہ مبیضہ کی شکل میں بہت دنوں تک موجود تھا، پوئنکہ ترتیب کے لحاظ سے اس کی اشاعت سب سے آخر میں رکھی گئی تھی، اس لیے طبع و اشاعت کی نوبت نہ آئی، اور سید صاحب نے بھی چار جلدیں لکھیں، معاملات سے متعلق ساتویں جلد زیر تالیف تھی کہ ان کا وقتِ موعود بھی آپسچا، ساتویں جلد کے سلسلہ میں انہوں نے جو چند متفرق مباحث و مضامین لکھے تھے بطور تبرک اور ان کی ایک علمی یادگار کے، ان کا مجموعہ سیرت جلد ہفتم کے نام سے شائع کر دیا گیا، تاہم سیرت کی آخری جلد جو مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں لکھنے کا پروگرام تھا۔ اس کے بارے میں سید صاحب اور دارالمحضین کے رفقاء کی نظریں جس شخصیت پر مرکوز تھیں وہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہی تھے، چنانچہ دارالمحضین کے ایک دیرینہ رفیق جناب ابو علی عبد الباری قم طراز ہیں۔

”سیرت“ کی آخری جلد جو یورپ کے مستشرقین کی غلط بیانیوں کی اصلاح کے لیے مخصوص تھی، اس کے لیے ہماری [دارالمحضین] نظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پر پڑتی تھی، وہ یورپ کی قریب قریب تمام زبانوں سے واقف ہیں۔ اور ان زبانوں میں وہ برابر لکھتے رہتے ہیں۔ وہ ہندوستان کی بھی اکثر زبانوں سے واقف ہیں اور ان زبانوں کو بھی اپنے اظہارِ خیال کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے سیرت، حدیث اور قبل از اسلام کی تاریخ ان کا خاص موضوع ہے۔ (۲۸)

بعد کے ایک دو اور واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے سیرت النبی ﷺ کی آخری جلد کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے فرمائش کی تھی، ان دونوں واقعات کے راوی خود ڈاکٹر صاحب ہی ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

”ایک بار وہ (سید صاحب) حیدر آباد کن آئے اور جامعہ عثمانیہ میں ایک لکھر دیا۔ انہیں علم اختلاف سے بڑی دلچسپی تھی، لیکچر میں ضمناً ایک جگہ فرمایا کہ انگریزی لفظ ”جاز“ اصل میں عربی لفظ ”جز“ سے ماخوذ ہے۔ میں سامعین میں قریب ہی بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کہا! مولانا! میری دانست میں تو وہ اردو لفظ ”گھڑا“ سے لیا گیا ہو گا فوراً فرمایا ممکن ہے اسی سے گڑھا ہو، ان ہی دونوں میں ایک اور ملاقات کا موقع ملا، اور میں نے کچھ علمی سوال کیے جواب کے بعد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھو، اور ہم بتائیں گے کہ کس نجح پر؟ میں نے کہا! کیا آپ کی سیرت النبی ﷺ کے بعد اس

کے لیے کوئی جگہ باقی ہے؟ فرمایا وہ بہت بڑی ہے۔ میں نے کہا آپ نے ”رجت عالم صلی اللہ علیہ وسلم“ بھی لکھی ہے۔ فرمایا وہ بہت چھوٹی ہے میں نے عرض کیا اور سیرت پاک ایک ایسا موضوع ہے جو کسی ایک آدمی کے بس کی چیز نہیں، اس پر وہ چپ ہو گئے، اور دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ مجھے بعد میں بہت افسوس ہوا کہ ان کے تصور کی کتاب سیرت نبی ﷺ کا خاکہ کیوں نہ معلوم کیا؟ لیکن یہ اب بعداز وقت ہے، اللہ کی مرضی۔ (۲۹)

تاہم بعد میں سید صاحب نے کسی خط میں یا ملاقات میں ”سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ سے متعلق ایک خاکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو بھیجا تھا یا بتایا تھا۔ اور اس پر لکھنے کی فرماش بھی کی تھی۔ حال ہی میں جناب پروفیسر ظفر علی قریشی مرحوم کے نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خط کی اشاعت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے، کہ یہ خاکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات کی تردید اور ان کی غلط بیانوں کی اصلاح سے متعلق تھا، چنانچہ جب پروفیسر ظفر علی قریشی صاحب نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کی تردید پر کتاب لکھنے کا پروگرام بنا�ا اور اس کا خاکہ و عنوانات تجویز کیے تو مشورے کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو اس کی نقل ارسال کی۔ ڈاکٹر صاحب نے حسب روایت فروا جواب عنایت فرمایا۔ اور ایک مفصل خط (موخرہ ۶ جون ۱۹۶۳ء) قریشی صاحب کو لکھا۔ جہاں یہ خط سید صاحب کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بجوزہ خاکہ کی نشاندہی کرتا ہے، وہیں اس موضوع پر آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک صحیح سمت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ بلاشبہ اس طرز کے علمی کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک چشم کشا قرطاس ہدایت ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

”السلام عليکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا اور اچھے وقت پر ملا، کیونکہ تین ماہ کے سفر کے بعد ابھی ابھی واپس آیا ہوں، یہ معلوم کر کے سرست ہوئی کہ آپ نے عربی کا ام۔ اے کر لیا اور کچھ فرانسیسی، جمن بھی سیکھ لی ہے۔ ان شاء اللہ یہ آموزش آپ کو ہمیشہ منفیہ ہو گی، میں نے آپ کے خاکے پر نظر ڈالی اور سوائے ایک اصولی مسئلے کے کوئی خاص چیز قابل اصلاح نظر نہ آئی، سوال یہی ہے کہ آیا اس موضوع پر کچھ لکھا جائے؟ پچیس ایک سال کا عرصہ ہوا ایک مرتبہ خیال پڑتا ہے کہ مولانا سید سیدمان ندوی مرحوم نے حیدر آباد میں مجھ سے فرماش کی تھی کہ میں خود اس موضوع پر کچھ لکھوں۔ میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات اعتراض آسان ہوتا ہے اور جواب تشفی بخش نہیں دیا جا سکتا۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ کسی سوال یا اعتراض کا کوئی شخص جواب دیتا

ہے تو اس جواب سے ایک شخص کو تو اطمینان ہو جاتا ہے لیکن اسی جواب سے ایک دوسرے شخص کو اطمینان نہیں ہوتا۔ یہود و نصاری کے غرض مندانہ اعتراضات سیرت پاک ﷺ پر بہت ہیں اور قسم قسم کے، اور ابھی ان کا سلسلہ ختم بھی نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ اعتراضات ہماری پیلک کے علم میں لائے جائیں تو تشویش خاطر ناگزیر ہے، کیونکہ سارے جوابات یکساں تلقی بخش اور مسکت نہیں ہوں گے۔ اس عرضہ پر [سید صاحب] مرحوم نہ صرف خاموش ہو گئے، بلکہ آپ کو معلوم ہو گا کہ سیرت النبی ﷺ کی ایک جلد جو خاص اس موضوع پر (ابتدائی خاکہ کے مطابق) لکھی جانے والی تھی، اسے مولانا [نے] حذف فرمادیا۔“ (۳۰)

دارالمحضفین اور اس کے رفقاء سے ڈاکٹر صاحب کا بہت گہرا تعلق تھا، شروع ہی سے وہ اس کے تدریس تھے اور بڑے کرم فرمایا۔ علامہ شبیل نعماقی اور مولانا سید سیلمان ندویؒ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب پہلی بار دارالمحضفین تشریف لائے تو اس کی تفصیلات مولانا ابو علی عبدالباری نے قلم بند کیں، جو بڑی دلچسپ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے علم و عمل اور ان کی حسن سیرت و صورت کا گویا مجسم خاکہ ہے، وہ کہتے ہیں:

”وہ حیدرآباد دکن سے پٹنہ وہاں کے کسی رئیس کا کتب خانہ جو پچاس برس کے بعد خاص ان کے لیے کھولا گیا تھا، دیکھنے کے لیے آئے تھے، وہاں سے واپسی پر شاہ گنج سے گزر رہے تھے کہ یہاں کیک ان کو دارالمحضفین دیکھنے کا خیال آ گیا، کہ اتنے قریب آ کر اگر دارالمحضفین نہ دیکھتا تو بڑی بدستی ہو گی۔ وہیں سے رخ اعظم گڑھ کی طرف کر دیا۔ دارالمحضفین کے احاطہ میں پیدل داخل ہوئے، کتب خانہ پہنچ کر رقم الحروف کے کمرے کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا کہ مولانا سید سیلمان ندوی ہیں۔ میں نے نفی میں جواب دیا، تو فرمایا۔ مولانا سید ریاست علی ندوی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ان سے واقف ہیں۔ فرمایا کہ ان سے میری ایک مرتبہ کی ملاقات ہے۔ میں نے کہا وہ تو موجود ہیں، میں نے ان کی ظاہری وضع و بہیت دیکھ کر ان کو چشمہ فروش سمجھا،..... سر پر غالباً سیاہ کلپاٹ نوپی، گلے میں سفید کھدر کی شیروانی جس میں بجائے بیدر کے اعلیٰ درجہ کے بنن کے بہت معمولی سیپ کے بنن لگے تھے، تاگنوں میں سفید زین کا پرانا چٹلوں جس میں کہنگی کی وجہ سے جا بجا سوراخ ہو گئے تھے، اور وہ نظر آ رہے تھے۔ پیروں میں معمولی بوث جوتو، میں ان کو ریاست علی صاحب کے

کرے میں لے گیا، انہوں نے دیکھتے ہی ان کو پہچان لیا، اور کتب خانہ کے دوسرے ہال میں ان کو لے کر آئے، انہوں نے سیرت و متعلقات سیرت کی عربی کتابوں کی فہرست طلب کی۔ اور وہ اس کا جائزہ لینے لگے، میں دوڑا ہوا مولانا شاہ معین الدین صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ ایک صاحب اس وضع و ہیئت کے آئے ہیں، اور سیرت کی عربی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ حیدر آباد کے ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا بک رہے ہو، اتنا بڑا آدمی بغیر اطلاع کے دارِ مصنفوں نہیں آ سکتا ہے۔ تم کو مغالطہ ہو رہا ہے۔ وہ کوئی اور ہوں گے، شاہ صاحب اٹھ کر دروازہ کے اوٹ سے ان کو دیکھنے لگے، لیکن ان کو کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ یہ ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ جس فن کی کتابوں کا جائزہ لے رہے ہیں اس سے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ سوائے ڈاکٹر حمید اللہ کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، وہ ان سے ملنے کے لیے اسی حال میں آ گئے، مولانا ریاست علی صاحب نے ان سے ان کا تعارف کرایا، تو انہوں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ شاہ گنج سے تار کے ذریعے اپنی تشریف آوری کی اطلاع دے دینے تو ہم آپ کو لینے کے لیے ائمہ آتے، فرمایا استغفار اللہ، استغفار اللہ، استغفار اللہ، میں کوئی بڑا آدمی تھا کہ آپ حضرات کو ائمہ تک آنے اور اپنا خیر مقدم کرنے کے لیے زحمت دیتا، میں تو ایک بہت ہی معنوی طالب علم ہوں، ان کے احترام و اجلال میں جب بھی کوئی بات کی جاتی تو وہ تین مرتبہ استغفار اللہ ضرور کہتے..... پھر سیرت کے موضوع پر اپنی دلچسپی اور شغف کی داستان بیان کی، فرمایا کہ، ”جب میں چھوٹا تھا، اور صاحبِ شور نہیں ہوا تھا، تو میری والدہ جو بڑی پرہیز گار، متقدی، صالح اور عابدہ تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے قصے اور کہانیاں سنایا کرتی تھیں، جو غیر شوری طور پر دلنشیں ہوتی گئیں، اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں جب پڑھ کر فارغ ہوں گا، اور اللہ تعالیٰ نے صاحب قلم بنایا، تو اسی کو اپنا موضوع بناؤں گا، اس موضوع سے میری والہانہ دلچسپی تمام تر ماں کی تربیت کافیض ہے۔“ (۳۱)

جنگ عظیم دوم کے دوران ۱۹۴۷ء میں دوبارہ ڈاکٹر صاحب، علامہ سید سیلمان ندویؒ کی زیارت کے لیے ”دارِ مصنفوں اعظم گڑھ“ تشریف لائے، مولانا مجتبی اللہ ندوی بھی دارِ مصنفوں کے رفقاء میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ۔

”۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ وہ حضرت سید سیلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے دارالمحضین تشریف لائے، حضرت سید صاحب اپنے کمرہ میں مشغول تھے، وہ کتب خانہ کی عمارت میں پہنچنے سے پہلے جو تے باہر اتار دیتے ہیں، لوگوں نے کہا کہ آپ جوتا پہنچنے آئیے، مگر انہوں نے کہا کہ چہاں سیرت نبوی ﷺ کو حصی گئی وہاں میں جوتا پہنچنے کر جاؤ؟ (۳۲)

۲۹ جون کے ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۳ء کیم جولائی کے ۱۹۸۳ء پاکستان ہجرہ کوسل کا ایک سمینار اسلام آباد میں منعقد ہوا، اس میں ”دارالمحضین عظیم گڑھ“ سے مدیر معارف، سید صباح الدین عبدالرحمن بھی تشریف لائے، اس سمینار میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارف جولائی کے شذررات میں ڈاکٹر محمد حیدر اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمن نے معارضت اور ان کی ہمنشینی کو زندگی کے عزیز ترین لمحات قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں۔

”اس اجتماع میں جہاں اور ملکوں کے معزز نمائندوں سے ملاقاتیں رہیں وہاں اپنی زندگی کے عزیز ترین لمحات مکرم و محترم ڈاکٹر محمد حیدر اللہ کی علمی صحبتوں میں گزارے جن میں بڑی علمی روحانیت محسوس کرتا رہا، چار روز کا زیادہ تر وقت ان ہی کی ہم دی اور ہم نیشنی میں گزرا، ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ جوان تھے، اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، آله ساعت استعمال کرتے ہیں، لیکن باتوں اور تحریروں میں اب تک جوان رعناء ہیں، انہوں نے اپنی زندگی میں جتنے علمی کام کیے ہیں وہ ان کے بعد اسی طرح یاد کیے جائیں گے جس طرح اکابر مشاہیر مصنفوں کے کارناے یاد کیے جاتے ہیں، پھر اپنے استغنا اور بے نیازی کی مثالیں بھی ایسی پیش کیں ہیں جو گذشتہ دور میں آئئے اسلام پیش کرتے رہے ہیں۔ اور جن سے ہمارے ماضی کی عظمت میں تابانی اور درختانی پیدا ہوئی ہے، پاکستان ہجرہ کوسل کی طرف سے ان کی خدمت میں دس لاکھ روپے کا انعام پیش کیا گیا، مگر انہوں نے اسی وقت اسلام آباد، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو ہدیہ کر دیا، ایسی بے نیازی کی مثالیں کم ملیں گی، ان کا مستقل قیام پیرس میں ہے، وہاں وہ کوئی غیر معمولی راحت اور عورت کی زندگی برنبیں کرتے جس سے ان کو روپے کی ضرورت نہ ہو، مگر اپنی قناعت پسندانہ اور خوددارانہ زندگی میں ان کو جو ماہانہ پیش ملتی ہے اسی میں زندگی برکرتے ہیں وہ روحاںی نشاط و انساط محسوس کرتے ہیں، جس کے بعد ان کے لیے بڑی سے بڑی دولت کی حیثیت پر کاہ سے زیادہ نہیں۔

مضاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر لی ہے، لیکن شبستانِ محبت میں حریرو پر نیاں بنے ہوئے ہیں، عشقِ اسلام کے مضراب سے ان کے علمی تاریخ حیات کا جونغمہ بلند ہو رہا ہے وہ نہ صرف ان کے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے نورِ حیات بنا ہوا ہے، اقبال نے مردِ مؤمن کی جو یہ تعریف کی ہے کہ اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصدِ جلیل، اس کی ادا دلفریب اور اس کی نگہِ دلوار ہوتی ہے، تو اس کا مکمل نمونہ ان کو اپنی بار بار ملاقاً توں میں پایا، وہ یاد آ رہے ہیں، ان کی صورتِ جنتِ نگاہ اور باقیٰ تسمیمِ سامعہ بنی ہوئی ہیں۔ اور آئندہ زندگی میں بھی رہیں گی، دارِ^{لصطفین} مصنفوں کے رسالہ معارف کے معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کے متعلق اپنی جو رائے ظاہر کی وہ ہمارے لیے بہت بڑی سند ہے۔ (۳۳)

الغرض ”دارِ^{لصطفین}“ اور اس کے ذمہ دار ان سے آخری دم تک ان کا تعلق رہا، شاہ محبیں الدین احمد ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمن اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحبان سے خط و کتابت بھی رہی، اور اپنی ذاتی وابستگی کا اظہار بھی کرتے رہے، نومبر ۱۹۸۸ء کے معارف میں اپنے ایک مقالہ، ”ترجم قرآن مجید“ کی تحریید میں لکھتے ہیں:

”مقالہ ہذا کی تدوین کے لیے جب معارفِ مؤقر کا متعلقہ پرانا شارہ نکلا تو کچھ عجیب بالتوں سے دوچار ہوا، اس میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی بھی مقالہ نگاروں میں تھے اور ان کا نام اب رسالے کے نائیبل کو زیب دے رہا ہے۔ اسی نائیبل کے آخری صفحہ پر ”خطباتِ مدراس“ اور ”رحمتِ عالم“ جیسی شہرہ آفاق کتابوں کا اشتہار بھی تھا، ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ میری ”خطباتِ بہاولپور“ کا نظر ثالث شدہ ایڈیشن اسلام آباد میں چھپ گیا ہے، جو ”خطباتِ مدراس“ ہی کا خوشہ چین اور گویا تکملہ ہے، اسی طرح میری فرانسیسی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچیں ایڈیشن کے پروف بھی آئے ہوئے ہیں۔ اور ان شاء اللہ چند ماہ میں چھپ جائیں گے، اسی شارہ معارف میں جگن ناتھ آزاد کی ”منظوم تاریخ انسانیت“ سے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادة کا متعلقہ اقتباس بھی پڑھا، بے اختیار آنسو بھہ نکل۔ (۳۴)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے انتقال پر ملال پر مدیرِ معارف جناب مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا نشر میں نظم نما مرشیہ، دارِ^{لصطفین} اور اس کے رفقاء کی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی بے مثل دینی و علمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے، مولانا اصلاحی کہتے ہیں۔

”افسوس صد افسوس کہ وہ فرزندِ اسلام نہیں رہا، جس کی اذانِ توحید سے مغرب کی
وادیاں گونج رہی تھیں اور ہزاروں نفوس ایمان و اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو رہے
تھے، وہ سرچشمہ ہدایت بند ہو گیا جس سے مریتان کفر و ضلالت شفا یاب ہو رہے
تھے، وا حررتا! کہ دین و دانش کا وہ آنکتاب غروب ہو گیا جس سے مشرق و مغرب
دونوں ضیا بار تھے اور تاریکیوں میں بھکنے والے راہ یاب ہو رہے تھے، علم کا وہ بے
کراں سمندر کد ہو گیا جس سے اسلام کا درخت سریز و شاداب تھا، دریائے تحقیق کا وہ
شاور اور غواص چلا گیا جو یورپ کے کتب خانوں میں اپنے آباء کی موجود کتابوں سے
علم کے جواہر نکالتا تھا، وہ پیکر علم و فن روپوش ہو گیا، جو ابر نیساں بن کر پون صدی
مو قی لٹا رہا تھا، حکمت و معرفت کا وہ مجمع البحرين دنیا سے رخصت ہو گیا جو مشرق کے
علمی میں خانوں سے بھی سرشار تھا اور مغرب کے میکدہ حکمت سے بھی محصور تھا، وہ ہستی
نہیں رہی جس کے فضل و کمال کا سکھ بلاد مشرق اور عالم اسلام ہی میں نہیں، یورپ و
امریکہ میں بھی چل رہا تھا، حیف صد حیف اس ذات گراں کا خاتمه ہو گیا جس کا دماغ
نادر معلومات کا خزینہ اور سینہ علوم نبویؐ کا سفینہ تھا، جس کا قلم و شمنان اسلام کی علمی
خیانتوں اور عیاریوں کو بے نقاب کرتا تھا اور اسلام اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت و
صداقت کو آشکار کرتا تھا، آہ ثم آہ! کہ وہ سرایا علم و تحقیق روپوش ہو گیا جو تاریخ اسلام
اور سیرت نبی ﷺ کے اولين مصادر اور مسلمانوں کے نایاب اور گم شده علمی اندوختوں کو
ڈھونڈنے کا وہ مقدس خاموش ہو گیا جس نے پیرس میں بھی آداب سحر خیزی
نہیں چھوڑے، جس کی رائخ العقیدگی کو مغرب کے فتن و فجور نے اور پختہ کر دیا تھا اور
غاشی اور معصیت کی طغیانی نے اس کے ایمان و یقین میں مزید اضافہ کر دیا تھا، وا
ویجاہ! کہ وہ کامل الایمان اور رائخ العقیدہ غالب ہو گیا جس کے پائے استقامت
و عزیمت کو کفر و الحاد کی باد صرصبھی متوازن نہیں کر سکی، جس کی متاع دین و تقویٰ کو
حسن و عشرت کی جلوہ گاہیں غارت نہ کر سکیں، اور جس کے دامن عفت و طہارت پر دنیا
کی رعنایاں اور دل فرپیاں کوئی داغ و دھبا نہ ڈال سکیں، یعنی شہرہ آفاق عالم و تحقیق
نام در مصنف و فاضل، اسلام کے جاں ثار و فدائی اور اس کے مخلص داعی و مبلغ، نکتہ
وال سیرت نگار، دیدہ ور مورخ، اسلامی فقہ و قانون کے ماہر، علوم دینیہ میں یگانہ اور
جدید علوم میں فخر روزگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ۹۲ برس کی عمر میں ۱۴ دسمبر ۲۰۰۲ء کو داعی

اجل کو بلیک کہا، ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ جن کی پاکیزہ زندگی اور مطہر شخصیت قرون اوی کے مسلمانوں کا نمونہ تھی، اور جو اس عہد کے این سعد و طبری، بلاذری و یعقوبی، ابن اسحاق و ابن ہشام، ابن اثیر و ابوالفاداء اور شمس الانکہ سرخی اور علامہ ابن عابدین تھے، ان کی موت سے عالم اسلام دیران ہو گیا، دنیاۓ علم میں خاک اڑنے لگی، اہل علم، اصحاب نظر اور محققین سراپا درود حضرت بنے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں ۔

آفاق ہاگر دیدہ ام، ہمہ تباہ ورزیدہ ام بسیار خوبیں دیدہ ام اما تو چیزے دیگرے (۳۵)

② ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نزدیک ماہنامہ ”معارف“ کی قدر و منزلت

ماہنامہ ”معارف“ کا اجراء ہوا تو یہ زمانہ ہندوستان کی تاریخ کا نہایت پر آشوب دور تھا، پہلی جنگ عظیم کی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی تھی، اس ماحول میں علمی و تحقیقی مضامین لکھنے والے بس خال ہی تھے، معارف نے دینی، علمی، تحقیقی وادبی ذوق پیدا کیا اور لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کا ایک ٹھوس حلقة پیدا ہو گیا، جو روز بروز بڑھتا ہی گیا، اس کے اثر سے نئے اور پرانے دونوں طبقے متاثر ہوئے ”معارف“ کو ایک علمی و ادبی اور تحقیقی رسالہ بنانے کے لیے سید صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں، اجراء کے وقت سے کئی سال تک تن تھا اس رسالہ کا تمام بار اپنے دوش ناتوان پر اٹھائے رہے، ہر بہتر کے لیے دو ایک مستقل مقالے لکھنا، کئی کئی صفحے کے شذررات تیار کرنا، متعدد کتابوں پر تبصرہ کرنا، یہ سب سید صاحب کے ذمہ تھا، اس کے علاوہ دارالمحضین کے ناظم کی ذمہ داریاں الگ سے تھیں یہ سید صاحب کی محنت لگن کا نتیجہ تھا کہ ”معارف“ کی اہمیت اور قدر افزائی ملک کے اساطین علم و ادب نے کی، اور ہر طبقے مخصوصین نے اس کو پسند کیا، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے سید صاحب کے نام اپنے ایک خط میں معارف پر اٹھاہار خیال کرتے ہوئے لکھا۔

”یہی ایک رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارتِ ایمانی میں ترقی ہوتی ہے (۳۶)“

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ایک خط میں سید صاحب کو تحریر کرتے ہیں۔

”معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں، صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سنانا ہے، محمد اللہ مولانا شبلی مرحوم کی تمنا میں رائیگاں نہیں گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو خدمت علم و تصنیف کے لیے وقف ہے۔“ (۳۷)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنے دور طالب علمی سے ”معارف“ کے قاری تھے، بعد ازاں اس کے مقالہ نگار رہے۔ قیام حیدر آباد (دکن) تک تو رسالہ آسانی سے منتسب ہو جاتا تھا، مگر جب پیرس میں مستقل سکونت اختیار کر لی تو وہاں بھی ”معارف“ کو مغلوّاتے رہے، اور اگر ”معارف“ نہ ملتا تو بے تاب ہو جاتے چنانچہ میں

شانع میں اپنے ایک مکتب میں لکھتے ہیں۔

”سلام مسنون نیاز منداہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ، ایک اور مضمون ملفوظ ہے، مناسب ہو تو شائع فرمادیا جائے، گذشتہ مضمون سنا کہ شائع ہوا، اگرچہ تا حال پڑھنے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔ خیر اسے کوئی اہمیت نہیں، غرض تو اشاعت و اطلاع تھی، گذشتہ دو سال سے ”معارف“ دیکھنے کو ترستا تھا ابھی حال میں ایک دوست کے بیہاں ان شماروں کا بڑا حصہ دیکھنے میں آیا اور دل بھر آیا، صرف اس عزیز دور افراہ دوست سے مکر ملنے پر ہوئی بلکہ اس پر بھی کہ معیار اگر بلند تر نہیں ہوا تو ماشاء اللہ پرانا معیار برقرار ضرور ہے۔“۔ (۳۸)

”دار المصنفین“ کے ایک رفیق، مولانا ابو الجلال ندوی، ”اعلام القرآن“ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر ”معارف“ میں لکھ رہے تھے، ان کے مضامین ڈاکٹر صاحب نے پڑھے اور ان کی تحقیق پر ان الفاظ میں ان کو داد دی۔

”مجھے یاد نہیں کہ اس سے پہلے مولانا ابو الحلال ندوی کی میں نے کوئی چیز پڑھی ہو، گذشتہ دو سال میں ان کے جو مضمون چھپے ہیں، ان سے ایسا معلوم ہوا کہ آسمان علم پر ایک نیا کوکب دُرّی، ایک درخشان تارہ نمودار ہو گیا ہے، خدا اسے بہت دن تابان رکھے، ان کی تحقیقات قابلِ رشک ہیں..... مولانا کی ”اعلام القرآن“ کا انتظار رہے گا۔ خدا کرے جلد تکمیل کو پہنچ اور یہ خدمتِ قرآن، صاحبِ قرآن جن شانہ کے ہاں مقبول ہو۔“۔ (۳۹)

ڈاکٹر صاحب ”معارف“ کے ہر نئے شمارے کا شدت سے انتظار کرتے اور جب پرچہ مل جاتا اور اس میں اپنے ذوق کا کوئی مضمون یا مقالہ پڑھتے تو اس پر اظہار خیال بھی کرتے، اور اگر ”معارف“ ڈاک میں کہیں ضائع ہو جاتا تو اس سے انہیں کافی پریشانی لاحق ہوتی، چنانچہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

”کل شام کی ڈاک میں جن ایہ کام عارف ملا، صرف سے ورق گردانی کی، اردو املاء کی تاریخ پر ایک عمدہ مضمون نظر سے گزرا..... جوں کا معارف تو مل گیا لیکن اپریل اور مئی کے پرچے غائب ہیں، جون کے پرچے میں جوش شماہی فہرست ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ ”دانست کی نظم طربیہ“ کا مضمون جو بھیجا گیا تھا، وہ شاید اپریل میں چھپ بھی گیا لیکن دیکھنے سے تا حال محروم رہا، معلوم نہیں ڈاک کے ان ڈاکوں کا کیا علاج ہے؟“ (۴۰)

مدیر "معارف" جناب شاہ معین الدین احمد ندوی نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا، اور مضمون کی فرمائش کی، جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک تفصیلی خط ارسال فرمایا۔ جس میں ماہنامہ "معارف" کی قدر و منزلت کی بے پناہ تعریف فرمائی، لکھتے ہیں۔

"آج صحیح عنایت نامہ باعث سرفرازی ہوا،

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی۔

میں معارف میں کم لکھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میری نظر میں اس کی عزت کم ہے، واقعہ تو یہ ہے کہ آج کل ساری دنیاۓ اسلام میں، عرب ہو کہ عجم، کوئی اسلامی رسالہ اسلامیات پر اعظم گڑھ والے "معارف" کے معیار کا نہیں۔ اور وہ کاغذ اور طباعت بہتر ہو سکتی ہے، لیکن مضامین کے مندرجات میں علمی معیار بدستوری سے کچھ بھی نہیں، خدا "معارف" کو سلامت باکرامت رکھے، میں خود معارف میں جگہ پاؤں تو اپنے لیے باعث عزت سمجھتا ہوں (۲۱)

ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔

"میں "معارف" کا ادنیٰ ناظر ہوں، دل میں اس کا احترام بہت ہے، چونکہ وہ مر جع انام ہے اور لوگ اب بھی آئندہ بھی اس سے استفادہ کریں گے (۲۲)"

ڈاکٹر صاحب "معارف" کے مختص بھی تھے، اس میں الاء یا کسی مقالے کے مندرجات میں غلطی نظر آتی، تو فوراً اصلاح فرمادیتے، یہاں تک کہ اپنے مضامین کے پروف وہ زیادہ وقت نظر سے پڑھتے، اور ذرا بھی الاء کی غلطی نظر آتی تو اگلے شمارے میں اس کی تصحیح کر دیتے، سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"معارف" کی میرے دل میں بہت عزت ہے وہ ہمارے تاریخِ حال کا مستقبل میں ایک وثیقہ، ایک مآخذ ہو گا، اسی لیے اس کے مندرجات کے متعلق آپ کو اگر تکلیف دیتا، بلکہ دل دکھاتا رہتا ہوں، التجا ہے کہ یہ قصور معاف کر دیں گے کہ مقدار رنجیدہ کرنا بالکل نہیں۔ (۲۳)

معارف میں ڈاکٹر صاحب کا آخری خط اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں شائع ہوا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، عمر کے اس حصے میں بھی "معارف" سے انہیں کس قدر عقیدت تھی، اور اس کے مضامین میں وہ کس قدر دلچسپی لیتے تھے۔ (۲۴)

③ ”اشاریہ“

ماہنامہ ”معارف“، اعظم گرہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مضامین و مقالات، مکتوبات، شائع ہوئے، آپ کی تالیفات و تصنیفات اور فکر و نظر پر اہل علم کی بعض تقیدی آراء بھی شائع ہوئیں۔ یہاں اس کا اشاریہ (زمانی ترتیب سے) پیش خدمت ہے، اشاریہ میں، مکتوبات کے مندرجات کی تاخیص پیش کی گئی ہے۔

نمبر شمار	عنوان مقالہ / مندرجات خط / کتب	مقالہ / خط / کتب	تبرہ	الیہ / مصر	مکتب	جلد	عدد	ماہ سن	صفحات
۱۔	رسالہ ”الکشافہ“، حیدر آباد- مدیر ڈاکٹر محمد حمید اللہ	رسالہ	سید ریاست علی ندوی	جوری ۱۹۳۱	۲۱	۲۷			۷۷
۲۔	”رومی اور اسلامی ادارہ غلامی“ مرتبہ محمد حمید اللہ، بزم قانون عثمانیہ کائن، حیدر آباد	کتاب	ع	جولائی ۱۹۳۱	۱	۲۸			
۳۔	پورپی الفاظ و اعلام کا اردو املاء	مقالہ		اگست ۱۹۳۱	۲	۲۸			
۴۔	آنحضرتؐ کا خط قیصر روم کے نام (مفترضین کے جواب دیئے گئے)	مقالہ		جون ۱۹۳۵	۶	۳۵			۳۲۰-۳۲۱
۵۔	عربوں کی جہاز رانی پر ”استدرآک“	مقالہ		مئی ۱۹۳۶	۵	۳۷			۳۲۶-۳۲۵
۶۔	عربوں کی جہاز رانی پر ”استدرآک“	مقالہ		جون ۱۹۳۶	۶	۳۷			۳۲۷-۳۲۶
۷۔	صحیح مقالہ عربوں کی جہاز رانی پر ”استدرآک“	مکتب	سید سلیمان ندوی	اگست ۱۹۳۶	۲	۳۸			۱۳۳
۸۔	عہد نبویؐ کا نظام تعلیم	مقالہ		نومبر ۱۹۳۱	۵	۲۸			۳۲۶-۳۲۵

۳۹۱-۳۰۵	دسمبر ۱۹۲۱	۶	۳۸		مقالہ	قرآنی تصور ملکت	- ۹
۲۲۵	جولائی ۱۹۲۲	۱	۵۰		مقالہ	عہد نبویؐ کے عربی ایرانی تعلقات	- ۱۰
۳۸	اکتوبر ۱۹۲۲	۳	۵۰	ادارہ	کتاب	عہد نبویؐ کا نظام تعلیم (از ڈاکٹر محمد حمید اللہ) ادارہ ترقی تعلیم اسلامی، حیدر آباد	- ۱۱
۳۸	اکتوبر ۱۹۲۲	۶	۵۰	ادارہ	کتاب	عربی جسٹی تعلقات، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی، حیدر آباد	- ۱۲
۷۷-۷۶	جنوری ۱۹۲۳	۱	۵۱	شah معین الدین ندوی	کتاب	الوئاق السياسية في العهد النبوى والخلافة الراشدة. از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، حبیب کپنی، حیدر آباد کن	- ۱۳
۳۳۲	جون ۱۹۲۳	۶	۵۱	سید سلیمان ندوی	محضر خط	”استدراک بر مقالہ ”صوفی ہندی“ جو عرب دنیا میں مشہور ہوئے۔	- ۱۴
۳۳۵-۳۳۶	دسمبر ۱۹۲۳	۶	۵۲		مقالہ	تقویم جلالی اسلامی مشکی کلنڈر	- ۱۵
	فروری ۱۹۲۳	۲	۵۳		روزیاد	دارالعلوم حیدر آباد کی تعلیمی جوبلی	- ۱۶
	اکتوبر ۱۹۲۳	۳	۵۲		روزیاد	مدرس کی عظیم الشان نمائش تاریخ و تمدن اسلامی	- ۱۷
۲۶-۲۱	ماਰچ ۱۹۲۳	۳	۵۳		مقالہ	امجمن ہائے قرضہ بے سودی	- ۱۸
۱۲۲-۱۲۱	اگست ۱۹۲۵	۲	۵۶	سید ریاست علی ندوی	مکتب	مکتب پارس: مصحف عثمانی کے بارے میں معلومات ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اسلامک پلجر اکتوبر ۱۹۲۵ء میں میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس مضمون میں مصحف عثمانی میں سے نصف ورق کا فوٹو شائع ہوا ہے	- ۱۹

۲۰	عربوں کی چہاز رانی "استدراک"	مزید معلومات		۱۳۷-۱۳۶	فروری ۱۹۳۶	۲	۵۷		
۲۱	تصادم قوانین کا اسلامی تصور اور عمل	مقالہ		۱۰۷-۱۰۵	فروری ۹۳۶	۲	۵۷		
۲۲	قرآن سے متعلق جرمنوں کی خدمات	مقالہ		۱۵۱-۱۳۳	ماрچ ۱۹۳۶	۳	۵۷		
۲۳	عربوں کی چہاز رانی "استدراک"	مختصر صحیح		۳۲۲-۳۲۱	جون ۱۹۳۶	۶	۵۷		
۲۴	عہد نبوی میں نظام حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ مکتبہ جامعہ دہلی ص: ۳۱۷	کتاب	سید ریاست علی ندوی	۳۲۶-۳۲۵	جون ۱۹۳۶	۷۵۴۵۷			
۲۵	مشور اقوام متحدہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مترجم) حیدری گشتوں کتب خانہ حیدر آباد، ص: ۲۵	کتاب	سید ریاست علی ندوی	۷۹-۷۸	جنوری ۱۹۳۷	۱	۵۹		
۲۶	مسلم کا ڈاکٹر آف ائیش از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد اشرف لاہور ص: ۳۵۵	کتاب	۱-ج	۳۱۷-۳۱۵	اپریل ۱۹۳۸	۳	۶۱		
۲۷	قانون میں الہماک از ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آباد، دکن۔ ص: ۲۵۶	کتاب	شاه معین الدین ندوی	۱۵۹-۱۵۸	اگست ۱۹۳۹	۲	۶۲		
۲۸	اسلامی اصول قانون اور نظریہ دستوری کا ارتقاء از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، احسان بک ڈپو حیدر آباد۔ ص: ۷۷	کتاب	شاه معین الدین ندوی	۲۳۰-۲۲۹	ستمبر ۱۹۳۹	۳	۶۲		
۲۹	ابوحنیفہ دینوری کی کتاب النبات	مقالہ		۳۶۳-۳۵۱	دسمبر ۱۹۳۹	۶	۶۲		

۳۹۲-۳۹۰	مئی ۱۹۵۰	۵	۶۵	سید سلیمان ندوی	مکتب	پیرس کا ایک مکتب، معارف کے معیار و خدمات پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے مولانا عبدالسلام ندوی کے طب پر مضمون کو پسند کیا ہے۔ ابن حکون کی کتاب الجامع لاقوال الحكماء فی الادوية المفردة کے مخطوطات کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولانا ابوالجلال ندوی کے اعلام القرآن پر معارف میں شائع شدہ مقالات کو بے حد پسند کیا ہے اور مولانا کو آسمان علم پر ایک نیا کوکب دُرّی سے موسوم کیا ہے۔ ابوحفوظ انکریم کی تفسیر طبری پر خدمات کو سر لیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ تفسیر طبری پر کن کن گوشوں اور عنوانات کے تحت مزید کام ہو سکتا ہے۔	-۳۰
۳۶۰-۳۵۶	جون ۱۹۵۰	۶	۶۵		مقالہ	کتاب النبات دینوی	-۳۱
۲۳۸-۲۳۷	ماрچ ۱۹۵۱	۳	۶۷	شah معین الدين ندوی	کتاب	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادار اسلامیات لاہور، ص: ۲۸۰۔	-۳۲
۲۹۷-۲۹۲	اپریل ۱۹۵۱	۳	۶۷		مقالہ	دانستے کی نظم "طربیہ ربائی"	-۳۳

۱۳۹-۱۴۰	اگست ۱۹۵۱	۲	۲۸	شah محسن الدین ندوی	مکتوب	مکتوب حمید: جون ۱۹۵۱ء کے معارف میں ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کا ایک مضمون ”اردو املاء کی تاریخ“ شائع ہوا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اس مضمون کو پسند فرمایا اور اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ املاء کے ارتقاء میں تین پہلو خاص کر موثر ہوتے ہیں۔
۲۲۸-۲۲۹	ماچ ۱۹۵۲	۳	۶۹		روئیداد	۱۔ استانبول کی مؤتمر مستشرقین عالم ۲۔ دوسرے یہ کہ خود تلفظ میں مختلف اسباب سے ارتقاء یا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ۳۔ کوئی لکھی جانے والی زبان اپنا رسم الخط کسی نوبت بدل ڈالے تو نئے خط میں املا کو تعین ہوتے ہوئے کافی عرصہ لگتا ہے۔ آخر میں ”معارف“ ڈاک میں ضائع ہونے کی شکایت کی ہے۔
۲۳۰-۲۳۱	جنوری ۱۹۵۳	۱	۷۱		مقالات	روی قانون اور اسلامی قانون کے تعاقبات پر چند ملاحظات (اطالوی مستشرق گارلونال لینو) کے مضمون کا ترجمہ اور شروع میں مقدمہ لکھا ہے۔
۲۳۲-۲۳۳	مئی ۱۹۵۳	۵	۷۱		مقالات	مولانا نے روم کی سات سو سالہ بری
۲۴۰-۲۴۱	دسمبر ۱۹۵۳	۶	۷۲		روئیداد	کیرج کی مؤتمر مستشرقین عالم

۳۷۸-۳۷۷	دسمبر ۱۹۵۵	۶	۷۶	شاه معین الدین ندوی	کتاب	صحیفہ حام بن منبه، مرتبہ ڈاکٹر محمد جمید الله، الہدی بک اچنی سی حیر آباد دکن ص: ۱۳۴۔	- ۳۹
۱۸۲-۱۲۵	ما�چ ۱۹۵۸	۳	۸۱		مقالہ	نقہ کی تشکیل اور آغاز کا معہ (قطع ۱) مشہور مستشرق (گ۔ ہ۔ بو سکے) کے مقالہ کا ترجمہ۔	- ۴۰
۲۳۵-۲۲۸	ماارچ ۱۹۵۸	۳	۸۱		روئیداد	مؤتم्र مستشرقین عالم کا اجلاس میونک اء ۱۹۵۷ء	- ۴۱
۲۶۱-۲۲۵	اپریل ۱۹۵۸	۳	۸۱		مقالہ	نقہ کی تشکیل اور آغاز کا معہ (قطع ۲)	- ۴۲
۳۶۸-۳۶۵	اگست ۱۹۵۹	۲۲	۸۲		مقالہ	قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمے	- ۴۳
۳۹۷-۳۸۹	نومبر ۱۹۶۰	۵	۸۶		روئیداد	مؤتم्र مستشرقین عالم کا پچیواں اجلاس ماسکو	- ۴۴

۲۵						مکتب (ایک سوال)
۳۸۰-۳۷۹	دسمبر ۱۹۶۰	۶	۸۶	شah محسن الدین ندوی	مکتب	قاضی اطہر مبارک پوری کے ایک مضمون مطبوعہ معارف اپریل مئی ۱۹۶۰ء عنوان ”عرب وہند کے قدیم علمی و ثقافتی تعلقات“ کے تحت جدید دریافت و شائع شدہ نادر کتاب الذخائر والتحف کے مصنف کے بارے میں قاضی صاحب کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اور فرمایا کہ اس کتاب کا مصنف قاضی رشید بن زبیر (دادا) ہے نہ کہ پوتا، رجہ دھی یا رہی کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ کہ کیا پڑھنا چاہیے؟ مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے مکتب کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک پارہ کی فوٹو کاپی ارسال کی ہے اور فرمایا کہ اپنی فرانسیسی سیرت نبویہ کا اردو ترجمہ کروں مگر مؤلف کے لیے کیسے ممکن ہے کہ خود اپنی ہی تحریروں کا ترجمہ کرے تو دوسرے کام رہ جائیں گے، مصحف عثمانی جو کہ ڈرہام یونیورسٹی میں ہے اس کا میکروفلم منگوا لیا ہے۔
۳۶	جو لوائی ۱۹۶۱	۱	۸۸	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	مقالہ	”سیرت نبویہ“ مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پرس) ڈاکٹر صاحب کے حالات اور علمی خدمات کے علاوہ ان کی فرانسیسی سیرت نبویہ پر تفصیلی تبصرہ ہے (از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)
۳۷	مئی ۱۹۶۲	۵	۹۳		مقالہ	القاضی الرشید مؤلف کتاب الذخائر والتحف

۱۲۵-۱۲۶	ستمبر ۱۹۴۳	۳	۹۲		مقالہ	امام سرخی کی نوسالہ بری	-۵۸
۷۸-۷۹	جنوری ۱۹۴۷	۱	۹۹	شاہ معین الدین ندوی	کتاب	كتاب المعتمد في أصول الفقه لابن الحسين البصري المعتزلي (مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ) المعهد العلمی دمشق صفحات: ۱۱۸۰	-۵۹
۱۵۹	فروری ۱۹۴۷	۲	۹۹	شاہ معین الدین ندوی	کتاب	امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، حبیب ایڈ کمپنی، حیدر آباد صفحات: ۴۲۔	-۵۰
۱۶۰-۱۶۱	ستمبر ۱۹۴۷	۳	۱۰۰		مقالہ	اسلام اور علم ہیئت کے نئے مسائل	-۵۱
۳۲۵-۳۲۸	نومبر ۱۹۴۷	۵	۱۰۰		روئیداد	موئمن مستشرقین عالم امریکہ میں	-۵۲
۳۲۳-۳۵۲	جون ۱۹۴۹	۶	۱۰۳		مقالہ	امام محمد کی بارہ سو سالہ یادگار وفات ترکی میں	-۵۳

۱۵۱-۱۷۹	اگست ۱۹۷۱	۲	۱۰۸	شah معین الدین ندوی	مکتب	مکتب حیدر: پیرس کے روحانی لکھیسا کے ایک پادری "کرنٹشان ور جیل گیور گیو" نے فرانسیسی زبان میں سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا تھا اور مولانا وارث علی نے اردو میں منتقل کیا، مئی ۱۹۷۱ء کے معارف میں اس پر تبصرہ ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے مصنف کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پادری اور راہب ہے زندگی افسانہ نویسی میں گزری، سیرت نبویہ پر بھی ایک افسانہ لکھا۔ اسے عربی رسم الخط بھی نہیں آتا جبکہ کتاب میں نہ صرف عربی مطبوعات کے حوالے ہیں بلکہ نادر مخطوطات کا بھی ذکر ہے جبکہ مؤلف نے زندگی میں کبھی ان کی صورت بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ اس کی کتاب میں انتہائی فخش اور پاجی پن کی چیزیں بھی ہیں ہمارے سادہ اور بھولے مسلمان بھی نادانستہ اس کے ترجمے کر کے اس گناہ میں شریک ہو رہے ہیں۔
۲۰۲-۲۲۹	دسمبر ۱۹۷۲ء	۶	۱۰۹		مقالہ	مرکزی سیاست اور قانون شخصی
۵۶-۳۱	جنوری ۱۹۷۳ء	۱	۱۱۱		مقالات	کیا اسلامی قانون رومی قانون کا مرہون منت ہے (مستشرق فیٹر جیسے اللہ) کے ایک مقالہ کا ترجمہ (قطعہ)

۵۷	مکتب حمید: ماہنامہ ”معارف“ کی قدر و منزلت اور علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اپنے مقالات کی اس میں اشاعت کو باعث عزت قرار دیا۔ اس کے سلامت و باکرامت رہنے کی دعا کی ہے، اپنے فرانسیسی ترجمہ قرآن اور سیرت نبوی کے بارے میں بتایا ہے صباح الدین عبدالرحمن اور دیگر احباب معارف کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے۔	مکتب	شاہ معین الدین ندوی	۱	۱۱۱	جنوری ۱۹۷۳ء	۷۲-۷۳
۵۸	کیا اسلامی قانون روی قانون کا مرہون منت ہے۔ قسط دوم	مقالہ		۳	۱۱۱	اپریل ۱۹۷۳ء	
۵۹	كتاب النبات، ابو حنيفة دينوري ، مرتبه ڈاکٹر محمد حمید اللہ (المعهد الفرنسي قاهرہ)، ص ۳۲۷-۳۲۸۔	كتاب	محمد نعیم ندوی صدیق	۳	۱۱۶	تمبر ۱۹۷۵ء	۲۳۲-۲۳۱
۶۰	سیرت ابن اسحاق، تحقیق و تعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ معهد الدراسات والابحاث الرباط المغرب ص ۳۹۵۔	كتاب	سید صباح الدين عبدالرحمن	۳	۱۱۹	اپریل ۱۹۷۷ء	۳۱۶-۳۱۵

۱۵۲-۱۵۱	اگست اء ۱۹۸۱	۲	۱۲۸	سید صباح الدین عبد الرحمن	مکتوب	<p>پیرس سے ایک مکتوب گرایی:</p> <p>”معارف“ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی بجائے عبد اللہ بن عمرؓ چھپ گیا، اس کی ڈاکٹر صاحب نے اصلاح فرمائی اور بتایا کہ کتابت حدیث کی ممانعت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئیں ہے بقول محمد مصطفیٰ الاعظمی یہ صحیح حدیث نہیں۔ صرف ایک حدیث جو حضرت ابوسعید الخدراؓ کی ہے جو صحیح مسلم نے روایت کی ہے اس کو بھی بقول ابن حجر، امام بخاری نے رد کیا ہے اور خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ سیرت شامی کی اشاعت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔</p>	۶۱
۱۴۰-۱۵۸	فروری اء ۱۹۸۳	۲	۱۳۱	ضیاء الدین اصلاحی	کتاب	<p>خطبات بہاولپور از ڈاکٹر محمد حمید اللہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (صفحات ۳۳۲)</p>	۶۲
۲۹۹-۲۹۸	اپریل اء ۱۹۸۳	۳	۱۳۱	سید صباح الدین عبد الرحمن	مکتوب	<p>”اسلام اور مستشرقین پر مضامین سے متعلق کچھ خطوط“</p> <p>فروری ۱۹۸۳ کے معارف میں ایک مقالہ نگار نے کپھٹاں کو بھی مستشرقین میں شامل کیا، اس کی تصحیح فرمائی کہ محمد کپھٹاں، انگریز تھے، نہایت شخص مسلمان تھے، حیدر آباد مدرسہ فوکانیہ کے صدر (پرنسپل) بنائے گئے، نمازی آدمی تھے، اسلامک لپچر جاری کیا ان کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔</p>	۶۳

۳۹۰-۳۸۹	مئی ۱۹۸۳ء	۵	۱۳۱	سید صباح الدین عبد الرحمن	مکتب	۶۴۔ اسلام اور مستشرقین کی بیرونی ڈاک (مکتب حمید) دارالصوفیہ میں ۲۰ ، ۳۵ برس قبل مدیر معارف سید صباح الدین عبد الرحمن سے ملاقات اور میزبانی و مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اسلام اور مستشرقین سینیار پر اپنے تاثرات میں لکھا کہ مستشرقین کی شکایت سے ان کو اتفاق نہیں، ان میں ہر ایک پیشہ ور عہاد اور دشمنی نہیں رکھتا اور جو اکاؤنٹ رکھتا ہے وہ اس طرح کی کانفرنسوں اور شکایت ناموں سے شدید تر دشمنی دکھانے لگتا ہے۔ اگر ان کو خالص علمی انداز میں ان کی غلطیاں بتائیں تو عام طور پر فوراً مان لیتے ہیں۔ پھر اپنی ایک دو مثالیں دیں۔ آخر میں لکھا ہے کہ ان کی چیزوں کو کھلے دل سے پڑھ کر ان کی غلط فہمیوں کو خالص علمی انداز میں دور کریں۔ ہو سکتے تو ان کا نام بھی نہ لے کر، خطبات بہادرپور پر تبصرہ پڑھا ہے، تمنا تو تنقید و تصحیح کی تھی.....
۱۳۵-۱۲۷	اگست ۱۹۸۳	۲	۱۳۲	سید صباح الدین عبد الرحمن	مکتب	۶۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے ایک خط پر اظہار رائے، مستشرقین کے حوالے سے مذکورہ خط پر تنقید کی گئی ہے۔ دو خطوط ہیں: ۱۔ سید حبیب الحق ندوی (جامعہ ذرین) ۲۔ مکتب نگار نام نہیں لکھا (فقط مکلتہ لکھا ہے)
۱۵۱-۱۳۶	الیضا	الیضا	الیضا	الیضا	الیضا	

۲۳۵-۲۳۱	ماہر	۳	۱۳۵	سید صباح الدین عبدالرحمن	مکتب	مکتب پیرس: جشن سلیمانی، کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ شروع میں ایسے جشن کے جائز ہونے کا استفسار کیا ہے پھر خود ہی فرمایا ہے یہ تحدیث نعمت کے طور پر جائز ہے، اور خود جشن میلاد النبیؐ بھی جائز ہے اس کے بعد سید سلیمان ندوی کی خدمات بیان کی ہیں اور پارس میں مختلف تقریبات مخالف اور مساجد میں سید صاحب کی دینی و علمی خدمات سے عوام کو متعارف کروایا ہے۔ اس کی تکمیل روشنیاً قلم بند کی ہے۔	- ۴۶
۳۸۸-۳۸۱	مئی	۵	۱۳۵		مقالہ	حضرت مولانا سید سلیمان ندویؐ	- ۴۷
۱۵۲	فروری	۲	۱۳۷	سید صباح الدین عبدالرحمن	مکتب	مکتب پیرس: بتایا ہے کہ وراقت پر ایک مضمون تیاری کے مراحل میں ہے، اسٹریا کے کتب خانے میں سلجوقی دور کا ایک قرآن مجید کا تکڑا موجود ہے اس کا فوٹو منگوایا ہے اسے اپنے فرانسیسی مقالہ ”تاریخ خط عربی“ میں شائع کر رہا ہو۔ صلح حدیبیہ میں آپؐ کی حکمت عملی کے بعض پہلوؤں کی طرف نشاندہی کی ہے۔	- ۴۸
۳۹۲-۳۹۲	نومبر	۵	۱۳۸	ادارہ	کتاب	پیغمبر اسلامؐ کے سیاسی مکتوبات میں سے چھ کی اصلین (فرانسیسی) از ڈاکٹر محمد حمید اللہ پارس ۱۹۸۵ء صفحات ۲۷۶۔	- ۴۹

۲۳۳ ص	ماہر ۱۹۸۷ء	۳	۱۳۹	سید صباح الدین عبدالرحمن	مکتب	مکتب پیرس: سید صباح الدین عبدالرحمن نے آنکھوں کا آپریشن کروایا صحت کامل کی دعا کی ہے، ماہنامہ ”معارف“ کے لیے احترام کے جذبات کا ذکر ہے۔	-۲۰-
۲۸۹	محی ۱۹۸۷ء	۵	۱۳۹	سید صباح الدین عبدالرحمن	مکتب	مکتب پیرس: معارف جوری ۱۹۸۷ میں پروفیسر عبدالرحمن مومن صاحب کے مضمون کو پسند فرمایا ہے، حضرت عمر و بن حزم کے بارے میں اپنی کتاب الوثائق السیاسیۃ کے پانچویں ایڈیشن میں مزید معلومات کے بارے میں بتاتے ہیں۔	-۲۱-
۲۲	جولائی ۱۹۸۷ء	۱	۱۳۰	شذرات از سید صباح الدین عبدالرحمن	شذرات	شذرات: میں ہجرہ کوئل کے سمینار میں شرکت اور اس کی رویداد میں سید صباح الدین عبدالرحمن نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو کہ اس سمینار میں شریک ہوئے، ان سے ملاقات اور ان کے بارے میں تاثرات کا ذکر کیا ہے۔	-۲۲-
۲۱	دسمبر ۱۹۸۷ء	۶	۱۳۰	سید صباح الدین عبدالرحمن	مکتب	مکتب پیرس: مغربی مصنفین کے اسماء کے تصحیح، تلفظ اور ہجاء کا ذکر فرمایا ہے، ”معارف“ میں ان الماء کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ ”معارف“ کو تاریخ حال کا وثیقہ، ایک ماذد قرار دیا ہے۔	-۲۳-

ص	می	۵	۱۳۲	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	جتاب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب کی وفات پر تعزیتی خطوط، تعزیتی خط ہے، سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب سے دو ملاقاتوں کا ذکر ہے۔ ”معارف“ کو دنیا کا سب سے بلند پایہ علمی پرچہ قرار دیا ہے اس میں آئندہ بھی لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔
۷۴-۵۶	جلائی ۱۹۸۸ء	۱	۱۳۲	ضیاء الدین اصلائی	مقالہ	فتح مکہ (۸) کی چودہ سو سالہ یاد گار (مع مکتب پاریں) : خط میں نماز فجر کے بعد شیعَ کے اپنے معمولات کا ذکر فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے حوالے مقالہ تحریر فرمایا۔
	اگست ۱۹۸۸ء	۲	۱۳۲	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	”معارف“ کی ڈاک : معارف جلائی ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں کتابت کی غلطیاں درآئیں ان کی اصلاح فرمائی ہے۔
۳۱۲	اکتوبر ۱۹۸۸ء	۳	۱۳۲	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	”معارف“ کی ڈاک : معارف کی علمی خدمات کا ذکر فرمایا اپنی تحریات ”معارف“ کو ہی ارسال کرتا ہوں، فرانسیسی ترجمہ قرآن کے پندرہویں ایڈیشن کی طباعت کا ذکر فرمایا ہے۔
۳۹۱-۳۲۹	نومبر ۱۹۸۸ء	۵	۱۳۲		مقالہ	ترجم قرآن مجید

۳۹۱۔۳۹۰ مئی ۱۹۸۹ء	۵ محمد عارف عمری	۱۳۳ مکتب	<p>”معارف“ کی ڈاک (مکتب چیز):</p> <p>”اپریل ۱۹۸۹ء کے ”معارف“ میں جناب محمد عارف عمری رفیق دارِ مصنفوں نے ”عبد بن حمید“ کے حوالے سے مقالہ لکھا، ڈاکٹر صاحب نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور لکھا ”ماشاء اللہ“ حق تحقیق ادا کیا گیا ہے، کتاب السرد والفرد کے مؤلف نے اپنی اسناد میں ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن زیاد السندي کا ذکر کیا تھا اس کے حالات کے بارے میں عارف عمری سے کہا ہے۔ - جناب محمد عارف عمری نے ڈاکٹر صاحب کے خط کے ساتھ ہی اصل راوی کے حالات مع حوالہ لکھ دیئے تھے۔</p>
۷۶۔۷۳ جنوری ۱۹۹۰ء	۱ ضیاء الدین اصلاحی	۱۳۵ کتاب	<p>كتاب الردة ونبذة من فتوح العراق</p> <p>از محمد بن عمر بن والقدی، تہذیب ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الشرکة المتمحده للتوزيع، بیروت۔ ص: ۱۸۷۔</p>
۷۸۰ جون ۱۹۹۰ء	۲ ضیاء الدین اصلاحی	۱۳۵ کتاب	<p>HOMMAGE A MAHMET</p> <p>جگن ناتھ آزاد کی نظم (دلاوت باسعادت)</p> <p>کافرنسی ترجمہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ</p> <p>Editions Tougi, 30 ruerene Boulanger 75101 PARIS FRANCE.</p>

۳۱۵۔۳۱۳	اکتوبر ۱۹۹۲ء	۳	۱۵۰	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	مکتب پیرس: معارف اگست ۱۹۵۰ میں لفظ "تیونس" شائع ہوا، اس کا صحیح تلفظ و ملائے "تونس" ہے، لکھا ہے کہ القزوینی کی کتاب السرد والفرد میں حضرت جعفر بن ناطورا الروی کے حالات کی تلash ہے۔	- ۸۲
۳۱۶۔۳۲۲	جولائی ۱۹۹۳ء	۱	۱۵۲	پروفیسر عبد الرحمن مؤمن	کتاب / مقالہ	کتاب السرد والفرد فی صحائف الا خبار لابی الخیر احمد بن اسمعیل القزوینی۔ مرتب ڈاکٹر محمد حمید اللہ	- ۸۳
۷۸۔۷۷	جولائی ۱۹۹۳ء	۱	۱۵۲	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	مکتب پارس: القزوینی کے بارے میں جاننے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے پارس میں ایک ایرانی پروفیسر دوست سے درخواست کی، تو انہیں نے "کتاب السرد والفرد" کے مصنف کے بارے میں معلومات پیش کیں جو اس خط کے ساتھ شائع ہوئیں۔	- ۸۴
۳۶۸	اکتوبر ۱۹۹۳ء	۳۳	۱۵۲	ضیاء الدین اصلائی	مکتب	مکتب پیرس: ”معارف“ میں ایک ہندی ترجمہ قرآن کا ذکر آیا تو مدیر ”معارف“ کو لکھا کر سورۃ المائدۃ ۲ / ۲۳ کی آیت ﴿کَانُهُمْ خَشِبٌ مَسْنَدٌ﴾ کا ترجمہ کیا ہوا ہے۔	- ۸۵
۷۷	جنوری ۲۰۰۲ء	۱	۱۶۹	ضیاء الدین اصلائی	کتاب	سیرت ابن اسحاق ، تحقیق تعلیق از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ مترجم نور الہی“ سنتر پلچرل اسلامک حید آباد، دکن۔ ص: ۳۹۵۔	- ۸۶

شذرات	ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی وفات پر شذرہ	۸۷-
شذرات	ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی وفات پر شذرہ	۸۷-

حوالہ جات

- ۱۔ جنوبی ہند کا مشہور و معروف علمی خاندان قاضی محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ (متوفی ۲۵ محرم ۱۴۸۰ھ / ۱۸۲۳ء) کا خاندان ہے، جو نویں صدی ہجری کی ابتداء سے لے کر مسلسل دین اور علم کی خدمت کرتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ تاریخ میں کوئی ایسا عالی شان خاندان نظر نہیں آتا، جو اس طرح سترہ پشتون تک اپنی علمی قدر و منزلت کو قائم رکھتے ہوئے دین اور علم کی زرین خدمات کرتا چلا جا رہا ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، قاضی صبغۃ اللہ بدر الدولہ کے پوتے، اور ان کے فرزند ابو محمد خلیل اللہ کے صاحبزادے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (عمری، محمد یوسف کون عمری، خانوادہ قاضی بدر الدولہ، دارالتصنیف دراس ۱۹۶۳ء)۔
- ۲۔ سفیر اخڑ، ڈاکٹر، ”سید مودودی اور ماہنامہ معارف“ دارال المعارف لوہسر شرف، وادیٰ گینٹ، مارچ ۱۹۹۲ء ص: ۱۹۔
- ۳۔ بیدار، عابد رضا، ماہنامہ ”معارف“ کا اشارہ ۱۹۱۶ء۔ ۱۹۷۰ء (علوم اسلامیہ کی ایک اردو انسائیکلو پیڈیا) مکتبہ جامعہ لیبیڈ، جامعہ لگر، ننی ولی ۱۹۹۵ء ص: ۳۔
- ۴۔ صدیقی، ڈاکٹر محمد فیض صدیقی ندوی، ”علامہ سید سیلام ندوی، شخصیت و ادبی خدمات“، کتبہ فردوسِ مکارم لگر لکھو اٹھیا، ص: ۳۶۵۔
- ۵۔ سہ ماہی مجلہ عثمانیہ کراچی، اپریل تا جون ۱۹۹۷ء ص: ۲۳۔ شاہ بنیغ الدین، ایک عالم ایک محقق (ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بارے میں ذاتی تاثرات)۔
- ۶۔ محمد صلاح الدین، ہفتہ روزہ ”بکجیئر“ ۲ فروری ۱۹۹۲ء، ص: ۱۰، مدیر بکجیر جناب محمد صلاح الدین مرحوم نے اپنے دورہ فرانس کے موقع پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی تھی، اور ان کی علمی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون ”بکجیئر“ کے ذکورہ شمارے میں شائع کیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے اندر یوگی لیا، ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ ”میرا پہلا مضمون ۸ جولائی ۱۹۲۸ء کو منتشر روزہ ”نونہال“ لاہور میں ”دراس کی سیز“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ تینوں مضمونیں مجلہ عثمانیہ، کے بالترتیب ۱۹۲۸ء، مارچ ۱۹۲۹ء اور مارچ ۱۹۳۱ء کے شماروں میں شائع ہوئے۔
- ۷۔ یہ حیدر آباد اور اسکاؤنٹ ہیڈ کوائز ٹرپ کا نام ہوار فی رسالہ تھا۔ اور بوئے اسکاؤنٹ ہیڈ کوائز سیف آباد حیدر آباد سے شائع ہوتا تھا۔ مدیر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ائم۔ اے ال۔ ال۔ بی، جبکہ شرکائے مدیر میں ضیاء الدین احمد، محمد فاروق اور غلام علی صاحبان کے نام درج ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی انگریزی زبان میں کتاب ”عہد نبوی کے میدان جنگ“ اپنے ایک اسکاؤنٹ ماسٹر جناب علی مسوی رضا مہاجر کے کام محفوظ کی ہے۔ جو کہ اسکاؤنٹ کے ماہر تھے۔ چنانچہ ”عہد نبوی کے میدان جنگ“ اردو طبع حیدر آباد وکن ۱۹۲۵ء، ص: ۵۶ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے استاد کا اعتراف ان

الفاظ میں کیا ہے۔

” یہ ایک مختصر تذکرہ ہے جو عہد نبوی کے چند اہم میدان ہائے جنگ کے متعلق کچھ دیکھی اور کچھ پڑھی ہوئی چیزوں کی مدد سے مرتب کیا گیا۔ اس کی کوتاہیوں کے اقرار کے ساتھ یہ اعتراف بھی میرا فریضہ ہے کہ ۱۹۳۳ء، ۱۳۵۰ھ میں سفر حجاز کے وقت ان میدانوں کو دیکھنے اور موقع طے تو ان کے نقشے اتنا نے کا مشورہ مجھے اپنے محترم اسکاؤٹ ماسٹر مولوی علی موسیٰ رضا مہاجر صاحب سے ملا تھا۔ جن سے میں نے اپنی ”کشا فانہ“ زندگی میں اور چیزوں کے ساتھ مساحت اور نقشہ کشی کے مبادی بھی لیئے تھے۔“

۱۰۔ ماہنامہ ”معارف“ اعظم گزہ، ج ۷۷، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۳۱ء، ص: ۷۷، سید ریاست علی ندوی نے تبصرہ میں لکھا کہ:

” یہ حیدر آباد اور اسکاؤٹس ہیڈ کواٹر ٹروپ کا ماہوار فی رسالہ ہے، اس کا موضوع بحث اسکاؤٹنگ ہے۔ جس کا حیدر آباد میں ”کشا فانہ“ ترجمہ کیا گیا ہے، رسالہ کی اہم خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ ”اس کے تمام مضامین معاوضہ دے کر حاصل کیے جاتے ہیں۔“ اس کا درج انہر پیش نظر ہے“

۱۱۔ ”معارف“ ج ۱۰۰، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۲۷ء کے شمارہ میں ”مؤتم्र مستشرقین عالم امریکہ میں“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”مجھے خیال پڑتا ہے کہ معارف نے سب سے پہلی مرتب ۱۹۳۲ء میں مؤتم्र مستشرقین عالم، ترجمہ از فرقہ ٹکلیب ارسلان“ کے عنوان سے اس ادارے کی سرگرمیوں سے اپنے ناظرین کو روشناس کر لیا تھا۔ یہ میری طالب علمی اور نوجوانی کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد بارہا اس مؤتمر کے اجلاسوں کی کارروائی پیش کی جاتی رہیں۔“ (ص: ۳۲۵)

۱۲۔ مولوی ابو محمد مصلح کا اصل نام وزیر علی خان تھا۔ ۱۸۸۷ء کے لگ سہرا مصلح آرہ، بہار میں پیدا ہوئے، وہیں مدرسہ خانقاہ کبریا میں ابتدائی تعلیم حاصل کی ۱۹۰۰ء میں دارالعلوم دیوبند گئے اور کچھ عرصہ وہاں کے اساتذہ اور بالخصوص مولانا انور شاہ کشمیری (۱۹۳۳ء) سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ کئی کتابیں لکھیں، ”ترجمان القرآن“ جاری کیا، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب، ”القرآن فی کل لسان“ بھی انہیں کے ادارے نے پہلی بار شائع کی، مولوی صاحب پرتفصیلی معلومات کے لیے دیکھئے، (ڈاکٹر سفیر اختر، بیاد سید مودودی۔ دارالعارف، لوہرس شرف، وادی کینٹ جون ۱۹۹۸ء مقالہ ”مولوی ابو محمد مصلح۔ بانی عائیکریخ تحریک قرآن“ (ص: ۵۷ تا ۷۲)۔

۱۳۔ جامعہ عثمانیہ کے شعبہ قانون میں ایک خاص مجلس سلسلہ ”بزم قانون“ کے نام سے قائم ہوئی تھی، ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر صاحب اس بزم کے معینہ منتخب ہوئے تھے۔ در ۱۹۳۰ء میں اس کے نائب صدر اور ۱۹۳۴ء میں ہی بزم قانون کے صدر ہو گئے تھے، تفصیل کے لیے دیکھئے، مجلہ عثمانیہ کراچی، اپریل جون ۱۹۹۷ء شاہ بنیع الدین (ایک عالم، ایک محقق ڈاکٹر محمد اللہ کے بارے میں ذاتی تاثرات)، ص: ۲۳۔

۱۴۔ ”معارف“ جلد ۲۸ شمارہ ۲، اگست ۱۹۳۱ء، ص: ۱۰۳۔ ۱۲۰، بہت عمدہ مضمون ہے اس میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ترکی الفاظ و اعلام کے لیے ایک چارت دیا گیا اور اردو زبان و ادب میں شاید یہ اولین کاؤٹ ہے،

۱۵۔ ”معارف“ ج ۱۵۲، شمارہ ۳، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص: ۳۰۸، معارف میں ایک ہندی ترجمہ قرآن کا ذکر آیا تو میر معارف کو لکھا کہ ”سورہ المناقوں ۳/۲۳ کی آیت ﴿کانهم خشب مسندة﴾ کا ترجمہ کیا ہوا، اس کے بارے میں بتائیں۔

۱۶۔ ادارہ معارف اسلامیہ لاہور کی تاریخ اور اس سے متعلق تفصیلات کے لئے دیکھئے، (آخر راهی، اقبال سید سیلان ندوی

- کی نظریں) بزم اقبال، لاہور ۱۹۷۸ء۔ (ص ۲۷۷-۲۸۳)
- ۱۸۔ "معارف" جلد ۲۷ شمارہ ۵، مئی ۱۹۳۶ء، ص: ۳۲۲۔
- ۱۹۔ معارف جلد ۲۵ شمارہ ۵، فروری ۱۹۳۶ء، ص: ۱۳۲۔
- ۲۰۔ "بسمی کی اسلامک ریسرچ ایسوی ایشن" کی دعوت پر سید صاحب نے "عربوں کی جہاز رانی" کے موضوع پر پیغام دیے تھے، "دارالصنفین" نے ۱۹۲۵ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا، جبکہ دوسرا ایڈیشن مذکورہ ایسوی ایشن نے بسمی سے شائع کروایا۔
- ۲۱۔ معارف، جلد ۲۷ شمارہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء (ص ۳۲۵-۳۲۶)۔
- ۲۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے معارف، جلد ۲۷، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۵ء (ص ۲۳۱-۲۳۵)۔
- ۲۳۔ تفصیل کے لیے پورا مضمون "حضرت مولانا سید سیمان ندوی" معارف، جلد ۲۷، شمارہ ۵ مئی ۱۹۸۵ء، (ص ۳۸۱-۳۸۸)۔
- ۲۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، (سید سیمان ندوی، "عربوں کی جہاز رانی" اردو اکیڈمی سندھ کراچی ڈسپریشن ۱۹۸۱ء)، (ص ۱۷۲ تا ۱۹۲)۔
- ۲۵۔ معارف، جلد ۲۸، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۳۶ء، ص: ۳۲۶۔
- ۲۶۔ معارف جلد ۲۸، شمارہ ۲، ڈسپریشن ۱۹۳۶ء، ص: ۳۰۵۔
- ۲۷۔ تفصیل کے دیکھئے، ابو علی عبدالباری، "محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دارالصنفین میں" ماہنامہ الرشاد، ج ۳، شمارہ ۲۸، مئی ۱۹۸۳ء، ص: ۵۰۔
- ۲۸۔ الیسا، ص: ۵۰۔
- ۲۹۔ معارف، جلد ۲۸، شمارہ ۵، مئی ۱۹۸۵ء، ص: ۳۸۸۔
- ۳۰۔ مجلہ اور نسل کالج میگزین (عدد خاص بیان ڈاکٹر محمد حمید اللہ) جلد ۲۸، عدد ۳-۴، (مسلسل عدد ۲۸۹-۲۹۰، ۲۰۰۳ء) (ص ۸۰-۸۲) فراتی، تحسین، ڈاکٹر، "مردو آفیتی"۔
- جناب ظفر علی قریشی نے بھی بعد ازاں اس موضوع پر کتاب لکھی، جو مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور سے کے عنوان سے دو جلدیں میں شائع ہوئی۔ "Prophet Muhammad and His Western Critics"
- ۳۱۔ ماہنامہ الرشاد، ج ۳، شمارہ ۲۸، مئی ۱۹۸۳ء ص ۵۱، ۵۲۔
- ۳۲۔ ماہنامہ الرشاد، ج ۲۵ شمارہ ۲۲۱، جنوری ۲۰۰۲ء ص ۵۲۔
- ۳۳۔ معارف، ج ۱۲، شمارہ ۱، جولائی ۱۹۸۱ء، ص: ۲-۳، "شذرات"۔
- ۳۴۔ معارف، ج ۱۲، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۸۱ء ص: ۳۷۹۔
- ۳۵۔ معارف ج ۱۷، شمارہ ۳، مارچ ۲۰۰۳ء (ص ۱۲۲-۱۲۳)، "شذرات"۔
- ۳۶۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، حصہ اول ص: ۸۰، مکتبہ نمبر ۳۔
- ۳۷۔ محمد سرور، (مرتب) خطوط محمد علی۔ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۳۶ء، ص ۶۶۔

- ۳۸۔ معارف، ج ۲۵، شمارہ ۵، مئی ۱۹۵۵ء ”پیرس کا ایک مکتب“ ص: ۳۹۰۔
- ۳۹۔ ایضاً۔
- ۴۰۔ معارف، ج ۲۸، شمارہ ۲، اگست ۱۹۵۱ء ”مکتب حید“ ص: ۹۳۱۔
- ۴۱۔ معارف، ج ۱۱، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۷۳ء ”مکتب حید“ ص: ۷۳۔
- ۴۲۔ معارف ج ۱۳۹، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۷ء ص: ۲۳۳ (مکتب پیرس)۔
- ۴۳۔ معارف ج ۱۳۰، شمارہ ۶، دسمبر ۱۹۸۷ء ص: ۳۷۱۔ (مکتب پیرس)۔
- ۴۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، ”معارف“، ج ۱۵۳، شمارہ ۳، اکتوبر ۱۹۹۲ء ص: ۳۰۸، (مکتب پیرس)۔
-